باسمہ سبحانہ تعالیٰ

نسخہ

دلیل الحسنات

علیٰ

طریقۃ الصلوٰۃ

تصنیف لطیف جناب حکمت مآب حکیم مولوی
شیخ احمد صاحب عثمانی وکیل ریاست جے پور دام اقبالہ

بتاریخ ۲۷، ماہ رجب سنہ ۱۳۰۹ ہجری

مطبوعہ مطبع اثنا عشری

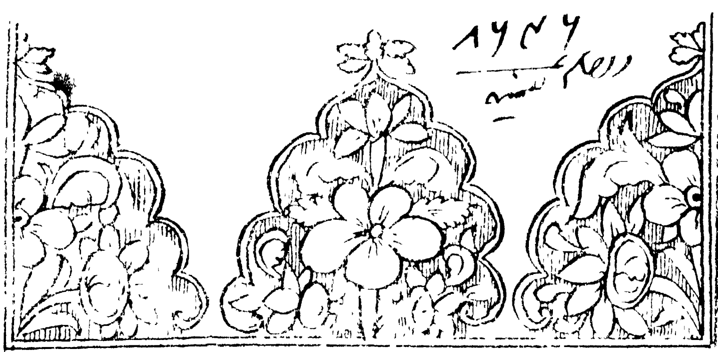
جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

الحمد للہ والمنۃ کہ درین زمان بتائید خالق کائنات نسخہ

دلیل الحسنات علی طریقۃ الصلوٰۃ

یکے از تصنیفات عالی درجات علامی فہامی جناب مولوی شیخ احمد صاحب
دامت برکاتہ خلف الصدق عالیجناب مولانا محمد وجیہ الدین صاحب
مرحوم عثمانی دیوبندی - بمقام لکھنؤ محلہ فراشخانہ وزیر گنج

در مطبع اثنا عشری باہتمام سید عابد علی طبع شد



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ محمد وآلہ اجمعین الی یوم الدین

امابعد خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ احمد ابن جناب مولانا مولوی محمد وجیہ الدین مرحوم متوطن اودے پور گذارش کرتا ہے کہ بعد طبع اور شائع ہونے رسالہ انوار الہدیٰ کے بعض احباب منصف مزاج کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ بعض مقامات میں باہم حضرات اہلسنت والجماعت وحضرات شیعہ مابین ترکیب وارکان نماز میں بحث و پیش ہے اور خصوصًا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے بابت زیادہ گفتگو ہے اور طرفہ یہ ہے کہ حضرات اہلسنت صرف شیعوں پر ہی معترض ہوتے ہیں کہ یہ ہاتھ کھول کر کیوں نماز پڑھتے ہیں اور اپنے گروہ پر اعتراض نہیں کرتے کہ پیروان امام مالک کیوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرات اہلسنت کو ہاتھ کھولنے باندھنے سے تعصب نہیں ہے بلکہ لفظ شیعیان اہلبیت پیغمبر سے کاوش ہے جیسا کہ مسئلہ متعۃ النسا میں شیعوں پر ہی معترض ہوتے ہیں اور مالکیوں سے نہیں بولتے - ایسے ہی رفع یدین اور قنوت وغیرہ کی کیفیت ہے کہ سوا [illegible] اہلسنت والجماعت کے کہ جو مقلد امام ابوحنیفہ کے تقریبًا جملہ ہر سہ فرقہ رفع یدین کرتے

اور قنوت کو نماز فریضہ مین جائز سمجھتے ہین - چونکہ ایسے ہین اکثر بعدم واقفیت کیوجہ سے نوبت
بہ نزاع پہونچتی ہے اگر حضرات اہلسنت بوجہ عدم واقفیت حالات اپنے ائمہ اور اکابر کے نماز مین ہاتھ
کھولنے کیوقت تماشیعون کا ہی عمل قرار دیکر معترض ہوتے ہین اگر انکو یہ معلوم ہوجاوے کہ ہم مین سے
بعض اکابر ائمہ اور بزرگ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور شیعون کیطرح رفع یدین اور قنوت کو جائز رکھتے
ہین اور رسول خدا صلعم اور طبقہ صحابہ اور تابعین کا یہی عملدرآمد تھا تو ضرور ہے کہ پھر وہ کبھی شیعون پر
اعتراض نکرین ایسا ہی بعض حضرات شیعہ بوجہ معلوم نہونے حقیقت حال کے جواب دینے سے
قاصر ہوجاتے ہین - چونکہ اسوقت تک کوئی رسالہ جو ایسے معاملات مین مخصوص ہو میری نظر سے
نہین گذرا اور اکثر اصحاب مومنین کو بھی یہی شکایت ہے اسلئے حقیر نے مناسب سمجھا کہ ایک
رسالہ مختصر ایسا ترتیب دیا جاوے کہ جسمین نماز اور اوسکے ارکان کے متعلق جن جن امور مین باہم
شیعہ وسنی مین اختلاف ہے کتب صحاح اہلسنت الجماعت سے بحث کیجاوے اور سبکو دکھلا دیا جاوے
کہ نماز کے جمیع قواعد اور ارکان مین شیعہ پوری متابعت سنت نبوی کرتے ہین ہر رکن اور قاعدہ
شیعون کی نماز کا احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے ثابت اور متحقق ہوتا ہے اور اہلسنت کا سارا طریق
نماز خلاف سنت نبوی پایا جاتا ہے - اور چونکہ باہم شیعہ وسنی متعدد مسائل متعلقہ نماز مین اختلاف
ہے اسلئے ہر مسئلہ مختلف فیہ کو ایک فصل جداگانہ مین تحریر کیا ہے اور نام اس رسالہ کا دلیل الحسنات
علی طریقۃ الصلوٰۃ رکھا گیا ہے اور فہرست اسکی مندرجہ مضامین کی یہ ہے کہ یہ رسالہ
مشتمل ہے بارہ ارکان پر اور ہر رکن مین ایک ایک مسئلہ اختلافی کا بیان لکھا گیا ہے انکی تفصیل
رکن اول طریقہ وضو اور اوس اختلاف کے بیان مین جو باہم شیعہ وسنی مین ہے رکن

دوم مسئلہ جمع بین الصلوتین کے بیان مین رکن سوم قیام فی الصلوٰۃ کے بیان
مین یعنی نماز مین ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر رکن چہارم بعد تکبیر تحریمہ
قرأت کے بیان مین کہ آیا الحمد پڑھنی چاہیے یا بطریقہ اہلسنت سبحانک اللّھم الخ پڑھی
جاوے رکن پنجم ہر تکبیر پر رفع یدین کے بیان مین رکن ششم قنوت کے بیان
مین جو نماز فریضہ مین پڑھا جاوے رکن ہفتم تسابیح رکوع وسجود کے بیان مین رکن
ہشتم مکث بین السجدتین کے بیان مین رکن نہم جلسہ یعنی قعدہ بعد سجدتین رکعت اولے
وثالثہ مین رکن دہم اس بیان مین کہ دو رکعات اخری نماز سہ گانہ وچہار گانہ مین مختار ہے
کہ فقط الحمد پڑہے یا تسابیح پڑہے رکن یازدہم تشہد کے بیان مین رکن دوازدہم
سلام اور تکبیر آخری کے بیان مین۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ہمنے اس رسالہ مین جسقدر
احادیث درج کی ہین وہ سبکی سب صحیح بخاری کی احادیث ہین تاکہ کسیکو موقع اعتراض کا
نملے۔ اگرچہ صحیح مسلم اور نسائی ترمذی وغیرہ خمسہ باقیہ بھی اہلسنت کے نزدیک اصح الکتب
ہین لیکن صحیح بخاری کا صحت مین اونکے نزدیک سب سے اعلی درجہ ہے اور اسکی نسبت

اصح الکتب بعد القرآن مقولہ عام ہے

رکن اول طریقہ وضو اور اوس اختلاف کے بیانمین جو باہم شیعہ وسنی مین واقع ہے
واضح ہو کہ جن اعضاء کا وضو مین دھونا واجب ہے یا جنپر فقط مسح کرنا کافی ہے اونکی صاف تشریح
قرآن مجید مین درج ہے۔ لیکن نہایت تعجب کا مقام ہے کہ اس بارہ مین بھی باہم شیعہ و
سنی کے اختلاف ہے فقہاء اہلسنت وضو مین تین عضو کا دھونا اور ایک عضو کا مسح

کرنا فرض کہتے ہین۔ وہ اعضاء جنکا غسل فرض کہتے ہین۔ منہ۔ دونو ہاتھ۔ دونو پیر
ہین۔ اور وہ عضو جسکا مسح کافی ہے۔ سر ہے۔ شیعہ کہتے ہین کہ دو عضو یعنے منہ اور ہاتھ کا
دھونا اور دو عضو یعنے سر اور پیرون کا مسح کرنا فرض ہے۔ اب ہمکو تحقیق کرنا اس امر کا ضرور ہوا
کہ ان دونو فرقون مین سے حق پر کون ہے۔ وہ آیت قرآنی جسکی رو سے وضو فرض ہوئے
اور جسمین تشریح اعضاء واجب الغسل اور واجب المسح کے ہوئی ہے یہ ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ
وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ اور اسکے صاف اور سیدھے معنی یہ ہین۔ اے مسلمانو جسوقت تم نماز کو
اوٹھو پس دھوڈالو اپنے مونھون کو اور اپنے دونو ہاتھون کو مرافق یعنی کہنیون تک اور مسح کرو اپنے
سرون کا اور پیرون کا گٹون یعنی ٹخنون تک اسکے لفظی اور سیدھے معنون سے صاف طور پر
تائید قول شیعون کی ہوتی ہے۔ اور اہلسنت اپنے مدعا برآری کے لیے اسکے معنی مین توجیہا
اور اینچ پینچ لگا کر کہتے ہین کہ حفص نے ارجلکم کے لام کو مفتوح پڑھا ہے اور لام کا فتحہ بدلیل
عطف بعید کے ہے یعنی بوجہ فتحہ لام کے دونو پیر منہ کے معطوف بعید ہوگئے جسکے یہ معنی ہوے
کہ بعد ختم ہوجانے تشریح اعضاء واجب الغسل اور نیز بعد شروع اور ختم ہوجانے دوسرے جملہ کے
جسمین تفصیل اعضاء واجب المسح کی ہے پیر دھوڈالو گٹون تک۔ لیکن اسکی کوئی وجہ بیان
نہین کرتے کہ اس آیت کے معنی پیدا کرنے مین اسقدر دقت کیون کیجاوے اور صریح اور صاف
معنی کیون نہ لیے جاوین جو عموماً قرآن شریف کے معنی لگانے کا دستور ہے۔ لہذا ہمکو اس پیچدار
طریقہ حصول معنی پر چند وجوہ اعتراض ہے۔ اول یہ کہ قرآن مجید واسطے ہدایت کے نازل ہوا ہے

نہ کہ گمراہ کرنیکو اسی لیئے حکم ہے کہ قرآن کی آیات کے یہی معنی لگاوے جو صریحاً الفاظ سے
پیدا ہوں معنی لگانے مین توجیہات لایعنی کی ممانعت ہے پس اگر خداوند کریم کا منشا غسل رجلین
ہوتا تو ضرور تھا کہ اعضاء واجب الغسل کے تحت مین مونہہ اور ہاتھون کے ساتھ ارجلکم بیان کیا
جاتا اسمین نہ فصاحت کلام بگڑتی تھی نہ سیاق اور نظم عبارت وحکم مین فرق آتا تھا بلکہ بہت صاف
جملہ ہوجاتا کہ اول تمام اعضاء واجب الغسل کا بیان ہوجاتا اور بعد اوسکے سر کے مسح کا ذکر آجاتا جسمین
کسیکو موقع اعتراض کا نملتا اسکے کیا معنی کہ اول دو عضو کا دھونا بیان کیا جاوے اور پھر ایک سر کا
مسح کرنا فرمایا جاوے اور پھر لوٹ کر جیسے کوئی بھولی ہوئی بات کو یاد کرتا ہے پیرون کے دھونے کا
حکم دیا جاوے جیسے کوئی کہے کہ مونہہ اور ہاتھون کو دھوؤ اور سر پر مسح کرو ارے بھائی مین بھول گیا
تھا پیرون کو بھی دھوڈالنا سبحان اللہ کیا سیاق عبارت اور فصاحت کلام اسیکو کہتے ہین -
ہمارے نزدیک ایسے بے ربط کلام کو خدا تعالی کیطرف منسوب کرنا سخت گناہ ہے - جو شخص انصاف
پسند طبیعت رکھتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اہلسنت کے اسطرح معنی لگانے سے آیت کا سیاق
اور حکم کا انتظام بالکل بگڑ گیا جس تصریح کو ناظم قرآن نے بقید غسل و مسح مرعی رکھا تھا
وہ آپس مین ایسے خلط ملط ہو گئے کہ بے ربطی اور بد نظمی کا الزام اس آیت پر عائد ہو گیا
اور چونکہ قرآن پاک اس الزام سے بالاجماع بری ہے اسلیئے ضرور ہوا کہ غلط معنی لگانیوالونکو
ملزم قرار دیا جاوے - دوم یہ امر دیانت اور حزم و احتیاط سے نہایت درجہ بعید ہے کہ فقط
حفص کے قرأت کے اعتبار پر ارجلکم کے لام مفتوح قرار دیکر وجوہکم کا عطف سمجھا جاوے
اور بہ سیاق اور نظم کلام پر نظر نہ کیجاوے جس سے دو جدا جدا جملے مخلوط ہو کر بے ربط ہو جاوینگے

اس آیت میں گویا دو جملے لگاتار مرات ہیں ایک غسل کی بدا اور دوسری مسح کی بدا گر احکام غسل اعضا کے بیں قبل شروع ہونے سے مذکور مسح کے بیان ہوتا تو وجوہ کلام سے کتنی ہی فاصلے پر ہوتا اوسکو عطف بعید ہی کلام کا مان لیا جاتا لیکن جبکہ دوسری مدمسح اعضا کی شروع ہوگئی اوسکے بعد جس عضو کا بیان ہوگا وہ مسح کی بد میں شامل سمجھا جاوے گا مثلاً اگر کوئی شخص بیان کرے کہ آدمیوں میں نیک ہیں زید اور حامد اور بد ہیں عمر و بکر۔ تو عام لوگ یہی سمجھینگے کہ دو نیک مرد ہیں اور دو بد ہیں یہ کسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ بکر کسی قاعدہ سے زید کا عطف بعید ہے اور اسلئے وہ شامل نیکو کاروں کے ہے۔ سوم یہ امر مسلم عام ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے کبھی مخالفت حکم الٰہی کے نہیں کی اور احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہمیشہ موزوں پر مسح کیا ہے پس اگر پیرون کا دھونا فرض ہوتا تو رسولخدا صلعم کبھی غسل قدم ترک کر کے مسح علی الخفین نکرتے اگرچہ سردی وغیرہ کا کیسا ہی عذر ہوتا تب بھی ایسی مخالفت نکرتے کیونکہ اسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپنے کبھی کسی اور عضو واجب الغسل کے عوض اوسپر یا اوسکی پوشش پر مسح نہیں کیا اور نتعلی نزا سردی میں بہ وسایط دھونیکے عوض آستین پر مسح کر لیتے اسکی کیا وجہ ہے کہ فقط پیروں کے ہی غسل کو ترک کر کے موزوں پر مسح کیا اور کبھی کسی اور عضو کے غسل کو ترک کیا اگر اسپر ذرا توجہ اور انصاف کے ساتھ غور کریں اور سخن پروری اور تعصب کو دور کریں تو اسی عمل رسول خدا صلعم سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم قرآنی پیرون کے مسح کا ہے دھونیکا حکم نہیں ہے ورنہ جناب سرورکائنات کبھی عادتاً فرض کو ترک نکرتے۔ چہارم یہ کہ خود خداوند تعالیٰ نے اسکی ملحقہ آیت سے اسکے معنی صاف کر دیے کہ اوسمیں پھر کسیکو

گنجایش لب کشائی کی باقی نہین رہی یعنی آیت حکم تیمم سے یہ امر صاف ہوگیا کہ وضو مین کون کون
کون اعضا، واجب الغسل ہین اور کون کون اعضا، واجب المسح ہین تیمم کے حکم مین یہ اصول
قایم کیا گیا ہے کہ جن اعضا، کا دھونا وضو مین فرض کیا گیا ہے تیمم مین فقط اونہین اعضار کا
مسح کرنا قایم کیا گیا ہے اور جن اعضار کا مسح وضو مین فرض کیا گیا ہے اونکو تیمم مین قطعاً
ترک کردیا ہے اسلیئے خداوند تعالی کے اصلی منشا کے دریافت ہوجانے مین اب کوئی دقت
باقی نرہی۔ آیت تیمم کو پڑھکر اوسکے معنی سمجھو کہ فرمایا ہے اللہ تعالی جلشانہ نے فَتَيَمَّمُوا
صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ یعنی قصد کرو خاک پاک کا پھر مسح کرو اوس سے
اپنے مونھون اور ہاتھون کا جبکہ فقط مونہہ اور ہاتھ پر مسح کرنا تیمم مین فرض ہے اور سر اور پیرون کو
ترک کردیا ہے تو صاف ثابت ہوگیا کہ اعضا، واجب الغسل کا مسح تجویز کیا گیا اور اعضاء واجب
المسح کو اس اعتبار سے ترک کردیا کہ غسل کا قایم مقام تو مسح ہے مسح کا قایم مقام مسح کیا ہوگا
انہین توجیہات نکالنا اور فضول دلائل کا پیش کرنا بیشک مستلزم اس امر کا ہے کہ اگر خداوند تعالے
نے ہی اگر سمجھا جاوے تو نہ سمجھین

رکن دوم جمع بین الصلوتین کے بیان مین یعنی دو نمازون متحد الوقت کو

ملاکر پڑھنا جیسے ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا اسمین بھی
باہم شیعہ و اہل سنت کے اختلاف ہے حضرات سنیہ خصوصاً حنفیہ کے نزدیک ملانا دو نماز و نکا
قطعی ممنوع او ناجائز ہے اور شیعونکے نزدیک جائز ہے منع نہین۔ اب ہمکو تحقیق کرنا اس امر کا ہے کہ آیا پیغمبر خدا صلعم نے
لوگون کو ایسی دو نمازین ملاکر پڑھنے سے منع کیا ہے یا خود بھی آنحضرت نے دو نمازین

ملاکر پڑھی ہین - پس اگر احادیث مندرجہ صحاح اہلسنت سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ خود جناب سرور کائنات
نے ظہر و عصر اور نیز مغرب و عشا کو ملاکر پڑھا ہے تو صاف ثابت ہوگا کہ اہلسنت مخالف سنت
نبوی عملاً کرتے ہین اور شیعہ خاص متبع سنت رسول اللہ کے ہین اور منع کرنا جمع بین الصلوتین
سے بہت گناہ اور عمل کرنیوالون پر باصرار معترض ہونا قریب کفر ہے گویا سنت نبوی پر براہ عداوت
معترض ہوتے ہین - جمع بین الصلوتین کو ناجائز کہنا عام اہلسنت کا عمل نہین ہے بلکہ
فقط حضرات حنفیہ ہی مانع ہین اور امام مالک نے ہمیشہ مسجد نبوی مین دو نمازین ملاکر پڑھی ہین
اور مقلد اونکے اب بھی برابر پڑھتے ہین اور امام شافعی کے مقلدون مین اختلاف ہے بعضے
مطلقاً جائز سمجھتے ہین اور بعضے ضرورتاً اور حنابلہ ضرورتاً جائز سمجھتے ہین اور حنفیہ منفرد ہین
حکم ناجوازی مین لیکن عرفات مین ظہر و عصر اور مزدلفہ مین مغرب و عشا اب سے بلا کسی
عذر اور حاجت کے حجاج مذہب حنفی ملاکر پڑھتے ہین - اگرچہ عرفات اور مزدلفہ کے نمازون کی
بابت تمام کتب سیر اور احادیث اہلسنت مین بطریق شہرت اور اعلان کے مذکور ہے لیکن ہم
اوس سے علاوہ نمازون کی بابت بحث کرتے ہین اور واسطے ساکت کرنے اپنے مخالفین کے صحیح بخاری سے
زیادہ معتبر کتاب نہین پاتے ہین اسلیے ہم ناظرین کو متوجہ کرتے ہین طرف صحیح بخاری کے کہ اوسکی
کتاب مواقیت الصلوۃ کے باب وقت المغرب مین جسکو نماز عرفات اور مزدلفہ سے علاقہ نہین ہے
اسطرح روایت ہے حدثنا آدم قال حدثنا شعبہ قال حدثنا عمرو بن دینار قال
سمعت جابر بن زید عن ابن عباس قال صلی النبی صلعم سبعاً جمیعاً و ثمانیاً جمیعاً

صار مثل سائر رکعتین [illegible] مغرب [illegible] ظہر [illegible]

شارح صحیح بخاری نے کتاب مواقیت [illegible] باب وقت المغرب [illegible]

ومرویست از طاؤس کہ گفت فوت نمی شود مغرب وعشا تا فجر واز عطا نیز ہمچو آن روایت

است کذا نقلہ العینی۔ (اس روایت سے ثابت ہوا کہ مغرب اور عشا کا ایک ہی وقت ہے

اور وہ ممتد ہے فجر تک اور جبکہ دونو نمازون کا ایک ہی وقت ہے تو ملا کر پڑھنا بلا شبہ جائز ہوگا۔ تو جبہ

شبہ ہی خیال ہو سکتا ہے کہ بعد نماز مغرب توقف ناجائز [illegible] عشا میں [illegible] ہو گیا)

وقال عطا یجمع المریض بین المغرب والعشاء وگفت عطا کہ جمع کند مریض میان مغرب

وعشا وباین قائل است احمد واسحق۔ وبعض شافعیہ مطلقا (یعنی بغیر قید مرض کے

تجویز کردہ اند امام مالک [illegible] مسجد شریف نبوی۔ ومشہور از شافعی [illegible] است [illegible]

جواز را نووی۔ و قسطلانی از مہمات آوردہ کہ گفت باتمم نقل [illegible] شافعی [illegible]

این عبارت کہ [illegible] نماز [illegible] مرض [illegible]

ہوا کہ خلفائے اربعہ کے ایک امام مالک تو بالعموم جمع بین المغرب والعشاء وبین الظہر والعصر

جائز قرار دیتے ہیں اور امام شافعی ایک روایت سے مطلقاً اور عموماً اور [illegible]

[illegible] قرار دیتے ہیں اور امام احمد بن حنبل بھی صورتاً جائز کہتے ہیں فقط ایک

امام ابو حنیفہ منفرد ہیں کہ وہ جمع بین الصلوٰتین کو ناجائز اور ممنوع فرماتے ہیں شیخ الاسلام

[illegible] منہم المنذر [illegible] ہیں اور انھوں نے [illegible] تنگ [illegible] وقت [illegible]

[illegible] مغرب [illegible] وقت [illegible]

آفتاب کے لکھکر اسکی تردید مین ماثر جواز جمع مغرب و عشا لکھے ہیں اور ... فرماتے ہین

وقت مغرب جمع نماز است تا عشا چہ اگر تنگ شود ... آنحضرت فصل گشتہ ...

... لوگوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ جناب رسول خدا صلعم نے دو نمازین ظہر اور عصر کو عرفہ مین اور مغرب و عشا کو مزدلفہ مین ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھا اور جو لوگ اتباع سنت نبوی کرنا چاہتے ہین وہ حج میں ان مقامات پر اب بھی بغیر کسی ضرورت اور عذر کے دو نمازین جمع کرکے پڑھتے ہین۔ عرفہ مین بعد زوال آفتاب ظہر اور عصر کی نماز جمع کرکے رسول خدا صلعم نے پڑھی کہ اہلسنت کے نزدیک وہ وقت عصر کا ہرگز نہ تھا اور اسی طرح مزدلفہ مین ایسے وقت نماز مغرب اور عشا ادا فرمائی کہ اہلسنت کے نزدیک وقت مغرب باقی نہ رہا تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کسی حاجت اور ضرورت کیوجہ سے رسول خدا صلعم نے ایسا کیا ہوگا یہ درست نہیں اور جواب اسکا یہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری مین حدیث اسامہ سے ظاہر ہوا ہے کہ مزدلفہ تک پہونچنے سے پہلے آنحضرت صلعم شعب کوہ مین تشریف لیگئے اور قضاء حاجت فرمائی اور وضو کیا اور وقت مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تھا اور اسامہ نے عرض بھی کیا تھا کہ نماز مغرب آپ پڑھینگے مگر آنحضرت نے فرمایا کہ نماز آگے چل کر یعنی مزدلفہ مین پہونچکر پڑھی جاویگی ایسا ہی نہ تھا تو عرفات سے چلنے کی جلدی نہ تھی کہ عین بعد زوال آفتاب نماز عصر ادا فرمائی بلکہ ... کہ تا غروب آفتاب آپ عرفات مین رہے سبب ممکن تھا کہ آپ عرفات مین نماز عصر اوسکے

وقت پر اور نیز نماز مغرب بھی اوسی جگہ اول وقت پر پڑھ سکتے تھے لیکن یہ امر تحقیق ہوا ہے
کہ آپ کے جسقدر افعال ضمن حجۃ الوداع مین تھے وہ سب تعلیم امّت کے لئے تھے کیونکہ تمام
بلاد اسلام کے لوگ وہان حاضر تھے بلا وساطت غیرے افعال رسول اللہ صلعم کو دیکھتے
تھے جمع کرنا دو نمازون کا فقط اسی لئے تھا کہ عوام الناس اسکے جواز سے آگاہ ہوجاوین
ثبوت اس امر کا کہ حضرت رسول خدا صلعم غروب آفتاب تک عرفات مین رہے صحیحین سے
حاصل اور مدارج النبوت مین بھی درباب قیام عرفہ مرقوم ہے (وسنت آنست کہ تا غروب
آفتاب بایستند زیرا کہ ایستاد رسول خدا صلعم تا آفتاب غروب کرد) - اور نیز جب آپ شعب سے
قضاے حاجت کر کے نکلے اور وضوء کیا اسکی نسبت مدارج مین مندرج ہے کہ (اسامہ
گفت الصلوٰۃ یعنی نماز مغرب خواہی گذارد یا رسول اللہ فرمود دو نماز بیشتر است یعنی مزدلفہ
با نماز عشا گزاردہ خواہد شد بعد اسکے مزدلفہ مین پہونچنے کا حال اس طرح درج ہے و در مزدلفہ
وضوے کامل ساخت و فرمود تا اذان گفتند و اقامت کردند و نماز شام بگذارد پیش ازانکہ
بارہا فرود آمدند و اشتران فرو خوابانیدند و چون بارہا فرود آوردند باز اقامت گفتند و نماز
خفتن بگذارد و براے نماز خفتن بانگ نگفتند و میان فرض مغرب و فرض عشا ہیچ نماز
نگزارد و ازینجا معلوم شد کہ جمع میان مغرب و عشا بیک اذان و دو اقامت بودہ چنانکہ
در عرفات بود میان ظہر و عصر و در حدیث بخاری و مسلم از اسامہ بن زید ہمچنین آمدہ
و مذہب زفر و شافعی و نزد امام ابو حنیفہ ہم روایتے از احمد و بسیارے از ائمہ بیک اقامت
گذارد الخ - اور مدارج النبوت مین جو کچھ یہ حال درج ہے وہ گویا ترجمہ ہے حدیث اسامہ

بن زید کا جو صحیح بخاری کے باب الجمع بین الصلوتین بمزدلفہ مین مروی ہے اسطرح پر

حدثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن موسی بن عقبۃ عن کریب عن اسامۃ بن زید انہ سمعہ یقول دفع رسول اللہ صلعم من عرفۃ فنزل الشعب فبال ثم توضاء فلم یسبغ الوضوء فقلت لہ الصلوۃ فقال الصلوۃ امامک فجاء المزدلفہ فتوضاء فاسبغ ثم اقمت الصلوۃ فصلی المغرب ثم اناخ کل انسان بعیرہ فی منزلہ ثم اقمت الصلوۃ فصلی ولم یصل بینہما

یعنی بہ تحقیق کہ کریب نے اسامہ کو کہتے ہوے سنا کہ آئے پیغمبر خدا صلعم عرفہ سے پس اوترے شتر سے شعب مین اور بول کیا اور بعد اوسکے وضو کیا اور اسباغ نہین کیا یعنی احتیاط نہ کی کہ تمام مستحبات اور سنن وضو ادا ہون پس کہا مین نے کہ نماز پڑھنا چاہتے ہین آپ تو فرمایا کہ نماز آگے تیرے ہے (یعنے مزدلفہ مین) پھر آئے مزدلفہ مین اور وضو کیا اور تکمیل فرمائی وضو کی بعد اوسکے اقامت کہی گئی نماز کی پھر ادا کی نماز مغرب بعد اوسکے سب لوگون نے اپنے اپنے موضع نزول مین اپنے اپنے شترون کو بٹھایا اسکے بعد پھر اقامت کہی گئی نماز کی اور نماز عشا پڑھی اور درمیان ان دونو نمازون کے اور کوئی نماز (نفلی) نہ پڑھی۔ پھر اس باب کے بعد باب ملحقہ صحیح بخاری مین یہ حدیث درج ہے بطریق آدم عن ابن عمر قال جمع النبی صلعم بین المغرب والعشاء بجمع کل واحدۃ منہما باقامۃ ولم یسبح بینہما ولا علی اثر کل واحدۃ منہما یعنی کہا ابن عمر نے کہ جمع کیا پیغمبر خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشاء کو مزدلفہ مین

ہر ایک کو ساتھ اقامت کے اور نہ درمیان مین اون کے اور نہ پیچھے کسی کے اون دونو مین سے کوئی نماز نفل پڑھی لم یسبح کا ترجمہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری نے یہی لکھا ہے (کہ نماز نفل نہین پڑھی) اور اسی نام سے اس باب کو موسوم کیا ہے اور بطریق خالد بن مخلد اسی باب مین ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلعم جمع فی حجۃ الوداع المغرب والعشا بالمزدلفہ یعنی روایت کی ہے ابو ایوب انصاری سے کہ کہا اونھون نے کہ رسول خدا صلعم نے نماز مغرب اور عشا دونو کو مزدلفہ مین جمع کیا۔ اور اسی طرح ایک باب جداگانہ صحیح بخاری مین دربارہ جمع کرنے نماز ظہر اور عصر کے ہے عرفہ مین اس عنوان سے باب الجمع بین الصلوتین بعرفۃ اور اس باب مین روایت کی ہے سالم سے کہ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ طریقہ سنت یہ ہے کہ عین بوقت زوال اور شدت گرمی کے نماز پڑھے اور ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھنا طریقہ مسنون ہے اس روایت سے ثابت ہوا کہ عین وقت زوال بعد ادا کرنے نماز ظہر کے عصر کی نماز پڑھنا جائز ہے اور وقت ان دونو نمازون کا ایک ہے کیونکہ رسول خدا صلعم عصر کو قبل از وقت یا مغرب کو بعد فوت وقت ہرگز نہ پڑھتے اسلیئے کہ کوئی نماز قبل از وقت ادا نہین ہوسکتی نہ بعد فوت ہوجانے وقت کے داخل ادا ہوسکتی ہے اور دیگر اوقات مین یعنی علاوہ حجۃ الوداع کے جو رسول خدا صلعم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو جمع کیا ہے اوسکی روایات ہم پیشتر لکھ چکے ہین۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعون کا دو نمازون کو ملا کر پڑھنا نہ معیوب ہے نہ قابل اعتراض بلکہ ایسا عمل ہے کہ جسکو رسول خدا نے بارہا کیا ہے۔ اسلیئے جو شخص شیعون پر

معترض ہوتا ہے وہ گویا رسول خدا صلعم پر اعتراض کرتا ہی۔

رکن سوم قیام فی الصلوٰۃ کے بیان مین جس سے یہ مطلب ہے کہ نماز مین بحالت قیام ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے یا ہاتھ کھول کر۔ واضح ہو کہ ارکان نماز چار ہین۔ قیام۔ قعود۔ رکوع۔ سجود۔ قیام کے معنی کھڑے ہونیکے ہین بلا تشریح اس امر کے کہ ناف پر ہاتھ باندکر کھڑا ہو یا سینہ پر یا پس پشت مشکین باندھکر۔ غرض کہ نماز مین فرض صرف کھڑا ہو کر قرأت قرآن کرنا ہے اور اسیطرح سیدھے سادھے طور پر کھڑے ہو کر رسول خدا صلعم اور صحابہ نے نماز پڑھی ہے ناف پر ہاتھ باندھنا یا سینہ پر ہاتھ رکھنا ایجاد متاخرین ہے اور اونکا اجتہاد اسطرف گیا ہے کہ خداوند تعالی احکم الحاکمین ہے اوسکے روبرو نہایت عاجزی اور فروتنی سے کھڑا ہونا چاہئیے حالانکہ عاجزی اور فروتنی دل سے متعلق ہے نہ کہ پیٹ پر ہاتھ رکھنے سے اسلیئے نہ خداوند تعالی نے قرآن شریف مین فرمایا ہے کہ نماز مین ہاتھ باندھکر کھڑے ہو اکرو نہ رسول خدا صلعم نے خود ہاتھ باندھے ہین نہ دوسرون کو ایسا حکم دیا۔ آثار سلف جسقدر کتب معتبرہ اہل سنت مین ہاتھ باندھنے کے بابت وارد ہین وہ نہایت درجہ مختلف اور نا قابل اعتبار ہین خود اکابر علمائے اہلسنت نے اعتراف کیا ہے کہ اسکے برابر اور کسی معاملہ مین اختلاف وضعف روایات واقع نہین ہوا ہے۔ باوجودیکہ معاملہ نماز ایسا مشہور ہی معاملہ ہے کہ لوگون نے رسول خدا صلعم کو روزانہ پانچ مرتبہ تو ضرور ہی نماز پڑھتے ہوے دیکھا ہوگا لیکن اسپر ایک بھی حدیث ہاتھ باندھنے کے بابت صحیح ثابت نہوئی اور اہلسنت کے تین امام اسمین مختلف الآرا ہو گئے

معلوم ہووے کہ اہل سنت و الجماعت کے چار پیشوا ہین - اول امام ابو حنیفہ دوم امام شافعی سوم امام احمد بن حنبل چہارم امام مالک رح - ان مین سے امام ابو حنیفہ نماز مین بحالت قیام ناف پر ہاتھ باندھنا جائز رکھتے ہین اور امام شافعی سینہ پر - اور امام احمد بن حنبل ایک روایت سے مثل ابو حنیفہ اور ایک روایت سے مثل شافعی حکم دیتے ہین یعنی مذبذب بین ذلک ہین - امام مالک شیعون کیطرح قطعی ہاتھ کھول کر نماز مین کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہین - ازانجا کہ خداوند تعالی نے قرآن مجید مین فقط نماز مین قیام کا حکم دیا ہے اور کچھ تخصیص ہاتھ باندھنے کی نہین فرمائی اور آثار سلف کا اختلاف ایسا کہ چارون امام اہلسنت باہم مختلف تو ثابت ہوا کہ فقط اجتہاد ائمہ پر عمل کیا جاتا ہے اور چونکہ ہاتھ باندھنے سے عاجزی اور فروتنی کا اظہار مقصود ہے تو یہ نسبت ناف اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے اگر اپنی مشکین باندھکر انسان نماز پڑھا کرنے تو زیادہ عاجزی و فروتنی ہوتی اور یہہ تعجب ہے کہ وہ فروتنی اور عاجزی فقط قیام کی حالت مین منحصر رہتی ہے قعود اور رکوع و سجود مین بالکل مفقود ہوتی ہے اسکے کیا معنی کہ نماز کے ایک جزو مین فروتنی ہو اور دیگر اجزاء و ارکان مین سرکشی کیجاوے - اب یہ امر تو متحقق ہے کہ نماز مین فرض قیام ہے بلا خصوصیت کسی وضع کے اور مجتہدین اہلسنت نے حسب آثار سلف پر اعتبار کر کے ایک جدا طریق اپنا قیام کے بابت پیدا کیا ہے اوسکی مفصل کیفیت لکھی جاتی ہے شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کے کتاب الاذان مین مرقوم ہے کہ امام مالک نے تو ارسال کا حکم دیا یعنے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا - اور ابو حنیفہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کا حکم کرتے ہین - اور شافعی

سینہ پر ہاتھ رکھنے کا اور احمد بن حنبل مشترک ہین شافعی اور ابو حنیفہ بین - اور یہ بھی درج ہے کہ امام ابو حنیفہ کو حجت حدیث سہل بن سعد پر ہے یعنی اس حدیث کی رو سے امام ابو حنیفہ ناف پر ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہین اور یہ حدیث صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ مین اسطرح مروی ہے حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابی حازم عن سھل بن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوٰۃ یعنی سہل بن سعد نے کہا ہے کہ آدمی حکم دیئے جاتے تھے کہ مرد اپنا دست راست بازوئے چپ پر نماز مین رکھے - اب اس حدیث کی سند کے نسبت صحیح بخاری مین ہے قال ابو حازم لا اعلمہ الا ینمی ذلک الی النبی صلعم یعنی کہا ابو حازم نے (جو راوی اول ہے اس حدیث کا سہل بن سعد سے) کہ مین اوسکو نہین جانتا مگر یہ کہ وہ نسبت کرتا تھا اس حدیث کو طرف رسول خدا صلعم کے یعنی خود راوی صاحب کو بھی معلوم نہین کہ کہنے والا اس حدیث کا کون شخص تھا- اسمعیل بن ابی اویس نے ینمی ذلک بصیغہ مجہول بیان کیا ہے - یعنی ابو حازم نے یہ کہا کہ مین اس حدیث کو نہین جانتا مگر منسوب کی گئی ہے طرف رسول خدا صلعم کے یہ حدیث اول تو خود مشتبہ ہے اور اصل راوی مجہول ہے طریق عبد اللہ بن مسلمہ سے اور بطریق اسمعیل بن اویس خود روایت ہی مجہول ہے - اور مضمون روایت ایسا مہمل اور مبہم ہے کہ یہ بھی راوی کو معلوم نہین کہ اسطرح پر ہاتھ رکھنے کا حکم

آدمیون کو کس نے دیا۔ اسپر طرہ یہ ہے کہ یہ بھی نہ کھلا کہ سینہ پر اسطرح ہاتھ رکھے یا شکم پر یا تحت سر یا پشت پر۔ اب فقط اجتہاد اور رائے ائمہ اربعہ کی باقی رہی جیسا کہ لکھا ہے شیخ الاسلام شرح

صحیح بخاری مین (و نہادن دست بر دست متفق علیہ است میان ائمہ الا امام مالک کہ نزد وی ارسال است نا جواز وضع۔ ولیکن نزد امام ابو حنیفہ و بروایتے از امام احمد بن حنبل در زیر ناف نہند و نزد امام شافعی برابر سینہ و بروایتے از احمد مخیر است خواہ زیر ناف نہند یا برابر سینہ)

اسپا ہاتھ باندھنے والے اہلسنت کے ائمہ مین تین امام رہے دیگر امام زیر ناف باندھنے کا حکم دیتے ہین اور دیگر امام سینہ پر یعنے امام احمد بن حنبل مشترک ہین رائے امام ابو حنیفہ و شافعی مین۔ استدلال امام ابو حنیفہ اور اون کے صاحبین کی حدیث ابو حازم تو اوپر مذکور ہو چکی اب امام شافعی کی حجت کو ملاحظہ فرمایا جاوے کہ شیخ الاسلام مین مذکور ہے (

و حجت شافعی حدیث وائل بن حجر است کہ گفت نماز گذاردم با رسول خدا صلعم پس نہاد دست راست را بر دست چپ بر سینہ خود۔ اور ایسی ہی ایک روایت ترمذی نے قبیصہ بن ہلب سے کی ہے کہ قبیصہ نے اپنے باپ ہلب سے روایت کی ہے کہ اوس نے دیکھا رسول اللہ صلعم کو کہ رکھتے تھے اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ پر۔ شیخ الاسلام مین مندرج ہے کہ (وائل یعنے راوی حدیث مستدل امام شافعی او رھلب یعنی راوی ترمذی کہ بر سولی آمدہ بودند نزد آنحضرت استداد صحبت و قربت ایشان در نماز ثابت نمی شود۔ و چون ذکر کردہ شد نزد ابراہیم نخعی حدیث وائل بر برداشتن دستہا نزد رکوع گفت ابراہیم اعرابی کہ نگذارد با رسول خدا نماز نیز انگر ہمان روز آیا رسی صلعم باشد۔ و ترمذی با وجود روایت قبیصہ گفتہ امر درین باب واسع است نزد علماء)

پس یہ امر تو بخوبی ثابت ہو چکا کہ وائل اور ہلب دونوں اعرابی تھے اور علماء کو اونکے قول و فعل کا اعتبار نہین نہ وہ کبھی خدمت رسولخدا مین رہے ایک مرتبہ قاصد ہو کر آئے تھے اور اوس روز کے سوائے کبھی اونھون نے رسول خدا صلعم کے ساتھ نماز نہین پڑھی۔ ترمذی کو خود اپنی روایت پر وثوق نہ رہا اس سے معلوم ہوا کہ یہ ہر دو روایات قابل اعتبار نہین ہین۔ بلکہ بڑے بڑے اکابر علماے اہلسنت کا یہ اعتراف ہے کہ نماز مین ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث بھی ثابت نہین ہوئی چنانچہ شیخ الاسلام مین قول شیخ ابن الہمام کا اسطرح منقول ہے۔ (وشیخ ابن الہمام گوید کہ حدیث در ہیچ یکے ازان بخصوص ثابت نشدہ پس حوالہ کردہ شود بر انچہ معہود و معتاد است نہادن آن حال قصد تعظیم در قیام وآن تحت سرہ است) ہمکو کمال تعجب اس امر کا ہے کہ اس بارہ مین ایک بھی حدیث اون اصحاب رسول خدا سے مروی نہین ہے جو ہمیشہ رسولخدا کی خدمت مین حاضر رہکر ہر روز آپ کو نماز پڑھتے ہوے دیکھا کرتے تھے اگر رسول خدا صلعم نماز مین ہاتھ باندھا کرتے تو ضرور تھا کہ بہت سی روایات صحابہ سے بہم پہونچتین نہونا کسی روایت کا آپکے صحابہ سے دلیل کامل اسبات کی ہے کہ زمانہ رسول خدا مین اسکا مطلق وجود نہ تھا اور کچھ بعید نہین ہے کہ زمانہ خلافت بنی مروان مین ایسا رواج ہوگیا ہو اور کسی خلیفہ نے حکماً اسکا اجرا کیا ہے اور مثل دیگر مسائل و رسومات کے یہ ہی عوام مین جاری ہوگئی جیسا کہ روایت ابو حازم عن سہل بن سعد سے مترشح ہوتا ہے کہ ضرور آدمی کسی خلیفہ کے حکم سے مامور کیے گئے تھے کہ وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھا کرین چنانچہ خود مضمون روایت مین حوالہ حکم رسول خدا کا نہین ہے اور زمانہ مابعد مین حکم دینے والے خلیفہ کا نام مصلحتاً نکال دیا گیا ہے

اور جو لوگ مرض تعصب مین مبتلا ہو کر اپنے مسائل کی تائید مین موضوعی احادیث بنانے کے
عادی ہو گئے تھے اونھون نے بھی بعض احادیث اس بارہ مین وضع کین اور اون لوگون کا یہ دستور
تھا کہ اگر کسی امامیہ مذہب والے سے مثلاً اونکا مناظرہ ہے تو وہ اپنی موضوعی حدیث کو حضرت
علی مرتضی علیہ السلام سے منسوب کر کے بیان کرینگے تاکہ مخالف کو گنجائش نہ ملی ایسا ہی
اس بارے مین ایک حدیث وضع ہوئی کہ ابو داؤد اور احمد و دارقطنی و بیہقی نے اوسکو روایت
کیا اور حضرت علی مرتضی سے منسوب کی گئی من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف
تحت السرۃ لیکن محدثین نقاد نے اس حدیث کو درجہ اعتبار سے خود گرا دیا شیخ الاسلام
مین ہے ونووی گفتہ کہ اتفاق کردہ اند بر تضعیف این حدیث۔ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ قیام
نماز مین ہاتھ باندھنا نہ فرض ہے نہ سنت رسول اللہ صلعم کی کیونکہ جسقدر احادیث اس بارہ مین بیان
کی گئی ہین کوئی اونمین سے صحیح ثابت نہین ہوئی سب کے سب موضوعی او رمشتبہ او ر نامعتبر ہین
پس یہ طریق عمل امت کا اور وہ دو طرح پر ہے ایک ہاتھ کھول کر نماز مین کھڑا ہونا۔ دوسرے ہاتھ
باندھنا اور چونکہ نماز مین محض قیام واجب ہے اور قیام کہتے ہین سیدھا کھڑا ہونیکو ہاتھ کھول کر
پس یہ طریقہ جو لوگ استعمال مین لاتے ہین وہ اپنے فرض سے ادا ہو جاتے ہین۔ اور جن لوگون نے
اپنی رائے سے خواہ بقصد تعظیم یا بباعث حکام وقت یا کسی اور غرض سے بحالت قیام نماز ہاتھ
باندھے خواہ سینہ پر یا زیر ناف سو جسے بدعت ہے کہ کوئی حدیث اسبارے مین رسول خدا صلعم
سے ثابت نہین ہوئی اور ایک طور پر تو بدعت سے بھی اسکا درجہ بڑھا ہوا ہے یعنی صریحاً مخالفت
ہے فعل رسول اللہ صلعم کے۔ اگر کوئی شخص یون سمجھے کہ ہاتھ باندھنا فعل تعظیم ہے اسلیے قیام

نماز مین ہاتھ باندھنا اولیٰ ہے تو یہ اوسکی غلطی ہے کیونکہ جس فعل کو دینیات مین رسول خدا صلعم
نے نہین کیا یا اوسکا حکم نہین دیا ہے اور اونکے بعد کسینے اپنی راے سے نکال لیا ہے کیسا ہی
بظاہر مستحسن معلوم ہو لیکن وہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی مین ڈالنے والی ہے۔
اگر اہلسنت و الجماعت ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے پر طعن کرتے ہین تو وہ اپنے عقیدہ کے بموجب
سخت گنہگار ہوتے ہین کیونکہ اونکے ائمہ اربعہ مین سے ایک امام مالک نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا جائز
قرار دیا ہے اور حرمین شریفین مین اونکا مصلے موجود ہے جسپر ہاتھ کھول کر نماز پڑھی جاتی ہے اور بموجب
عقائد اہلسنت و الجماعت کے امام مالک کا مذہب برحق ہے۔ پس اگر وہ معترض حرمین شریفین
مین پایا جاوے تو ضرور اوسکو تعذیر دیجاویگی۔ ہان سینہ یا ناف پر ہاتھ باندھنے والون پر اگر کوئی
معترض ہو تو بیجا نہین ہے کیونکہ نہ خدا نے اسطرح حکم دیا ہے نہ رسول خدا نے کیا ہے نہ کہا ہے۔
اسلیئے بدعت پر معترض ہونا بیجا نہین اور ہاتھ باندھنے والونکو بجز اسکے اور کچھ جواب نہین کہ ہم بقصد
تعظیم ایسا کرتے ہین ہم کہتے ہین کہ بہ نسبت اِسکے دونو ہاتھونکو جوڑ کر کھڑا ہونا زیادہ تر تعظیم اور نیز
عاجزی اور فروتنی کا اظہار ہے پھر ہاتھ جوڑ کر کیون نہین کھڑے ہوا کرتے اور اگر اس سے بھی زیادہ
اپنی عاجزی کا اظہار منظور ہووے تو اپنی مشکین باندھکر کھڑا ہونا چاہیے لیکن بحث یہ ہے کہ ہم لوگونکو
دینیات مین اپنی راے کا داخل کرنا جائز نہین ہے جو طریقہ جناب سرور کائنات نے ہمارے لیے
مقرر کردیا ہے اوسیکے پابندی ہمپر واجب ہے اپنی طرف سے دینیات مین جدید امر اختراع کرنا سخت
ممنوع ہے جیساکہ فرمایا ہے شارع علیہ السلام نے کل بدعت ضلالۃ بعض لوگون نے
بدعت کو دو قسم سمجھا ہے بدعت سیئہ اور بدعت حسنہ اور کچھ بعید نہین ہے کہ براہ غلط فہمی
اس

بدعت کو بدعت حسنہ سمجھکر اپنے دل کو تسلی دین لیکن دراصل کوئی بدعت نیک نہیں ہے اور بموجب حدیث متذکرہ صدر ہر قسم کی بدعت گمراہی مین ڈالنے والی ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

رکن چہارم درباب قرأت بعد تکبیر تحریمہ جس سے یہ مراد ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ کے شروع قرأت سورۂ الحمد سے ہونی چاہیے یا بحسب طریق اہلسنت والجماعت دعاء سبحانک اللّٰھم وبحمدک الخ پڑھی جاوے - یعنی اسبارے مین طریقہ مسنون کیا ہے واضح ہو کہ مذہب شافعیہ مین نماز فرض اور نفل مین مستحب ہے کہ بعد تکبیر تحریمہ و قبل از قرارت قرآن دعاء انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض اور دعاے سبحانک اللھم الخ پڑھین اور حنفیہ و احمد کے مذہب مین فقط دعاے سبحانک اللھم الخ پر اقتصار کیا گیا ہے - کذا فی شیخ الاسلام - اور مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ مین بعد تکبیر تحریمہ کے شروع قرارت سورہ الحمد سے کیجاتی ہے - اب ہم تحقیق اس امر کی کرتے ہین کہ آیا بروے احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت والجماعت رسول اللہ صلعم کا طریق عمل اسبارہ مین کیا ثابت ہوتا ہے آیا آپ شیعون کے طرح افتتاح نماز و شروع قرارت سورہ الحمد سے کرتے تھے یا اہلسنت والجماعت کے طریق پر ادعیہ متذکرہ صدر سے افتتاح صلوٰۃ شروع قرارت فرماتے تھے چنانچہ صحیح بخاری کے ملاحظہ سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم شروع قرارت اور افتتاح نماز سورہ الحمد سے کیا کرتے تھے اور اسی طرح دوسرون کو حکم دیتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الاذان کے باب ما یقرء بعد التکبیر مین مروی ہے حدثنا حفص بن عمر قال حدثنا شعبہ عن قتادہ عن انس ان النبی صلعم و ابابکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوۃ بالحمد للہ

رب العالمین یعنی حفص بن عمر نے روایت کی شعبہ سے اور اونسے قتادہ سے اور اونسے انس بن مالک
سے کہ بہ تحقیق نبی صلعم اور ابوبکر و عمر افتتاح نماز کرتے تھے الحمد للہ رب العالمین سے۔
مراد اس جگہ افتتاح نماز سے شروع قراءت ہے بعد تکبیر کے ورنہ افتتاح نماز تکبیر سے ہوتا ہے
اور سوی اسکی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ استخراج کیا ہے اوسکو مسلم نے اپنی
صحیح مین کہ آنحضرت صلعم افتتاح نماز تکبیر سے کیا کرتے تھے اور افتتاح قراءت الحمد للہ
رب العالمین سے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حدیث مین الحمد سے پہلے بسم اللہ کا
ذکر نہین ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جزو ہے سورہ الحمد کا جیسا کہ ثابت
کیا ہے امام شافعی نے اسی حدیث مین کہ الحمد للہ رب العالمین سے مراد سورہ الحمد ہے اور وہ
شروع ہوتی ہے اپنی پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اور ختم ہوتی ہے ولا الضالین پر
اور امام مالک کے نزدیک بسملہ ہر سورہ کے شروع مین نازل ہوئی ہے اسلیے پڑھنا بسملہ کا
ہر سورہ کے شروع پر واجب ہے **تنبیہ** حدیث مندرجہ بالا کے مضمون سے صاف مترشح
ہوتا ہے کہ انس بن مالک نے یہ حدیث ایسے زمانہ مین بیان کی ہے کہ لوگون نے بعد تکبیر اور
قبل الحمد کچھ دعائین اپنی طرف سے ایجاد کر کے شامل نماز کر لین تھین کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلعم
کے ساتھ جو طریق عمل شیخین کا بیان کیا ہے اوس سے یہی مطلب ہے کہ زمانہ جناب سرورِ خدا
صلعم اور زمانہ خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر مین بعد تکبیر تحریمہ شروع قراءت الحمد سے ہوتی تھی
اور حضرت عثمان کی خلافت مین دعا اختراع ہوئی ہے۔ اور یہ بات کچھ بعید از قیاس نہین ہے
کیونکہ اکثر معاملات مین تغیر و تبدل خاص حضرت عثمان کے ہی زمانہ مین ہوا ہے اور پھر معاویہ

اور مروان اور اوسکی اولاد کی خلافت ایام مین حکماً اون اُمور کی پابندی کرائی گئی جنکو حضرت عثمان
حضرت معاویہ و حضرت مروان نے مجدداً برخلاف طریقۂ رسولخدا و شیخین کے جاری کیا تھا۔ اور
مین یقین کرتا ہون کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا بھی انھین بزرگوارون کے اختراعات سے جاری
ہوا ہے۔ اگرچہ عبدالرحمن بن عوف نے بوقت شوری حضرت عثمان سے اسبات کا عہد لیا تھا
کہ وہ جملہ امور مین تقلید شیخین کی کرتے رہین گے لیکن کتب احادیث و سیر کے دیکھنے سے
پایا جاتا ہے کہ انکے زمانہ خلافت مین کھلم کھلا مخالفت افعال رسول اللہ صلعم اور حضرات
شیخین کی کی گئی۔ جیساکہ حکم اور مروان کو رسولخدا صلعم نے پردیس نکالا دیا اور حضرات
شیخین نے اوس حکم کا اتباع کیا مگر حضرت عثمان نے نبی صلعم کے حکم کو منسوخ کرکے اپنے پاس
بلا لیا اور صاحب جاہ و حشمت کردیا۔ یا ثعلبہ بن حاطب سے خلاف حکم خدا و رسول و خلاف
طریقۂ شیخین زکوٰۃ لیلی۔ یا قرآن شریف مرتبہ و مجربہ خلافت شیخین کو مطلقاً تلف کرکے اپنی
ترتیب کو جاری کیا۔ اور بہت سے امور ہین کہ یہ رسالہ گنجایش اونکی نہین رکھتا۔ باعث
ترویج بدعات زمانہ خلافت حضرت عثمان کا یہ ہے کہ زمانہ خلافت بنی اُمیہ مین خدا و رسول کا
حکم ٹل جاتا تھا مگر یہ مجال کسیکی نہ تھی کہ حضرت عثمان کے حکم کو ٹال دے۔ مین اسبارہ خاص
مین ایک مجلد کتاب لکھ سکتا ہون لیکن اس رسالہ مین ایسے امور کا ذکر کرنا بالکل بے محل ہے
اس موقع پر فقط ایک روایت پر اکتفا کرتا ہون کہ اتفاق سے تیسیر القاری شرح صحیح بخاری
مین اسوجہ سے میری نظر سے گذری کہ اوسکے حاشیہ پر جو شرح ثانی مسمی بہ شیخ الاسلام لکھی
ہوئی ہے اوسکی کتاب الاذان اور اسکی کتاب الحج ایک ہی اوراق مین ہین تیسیر القاری کی

کتاب الحج باب الصلوٰۃ بمنی مین مروی ہے۔ عن عبد اللہ ابن مسعود قال صلیت مع النبی صلعم
رکعتین ومع ابی بکر رکعتین ومع عمر رکعتین ثم تفرقت بکم الطریق فیالیت حظی من اربع رکعات
متقبلتان یعنی الطریق قبیصہ۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ کہا ابن مسعود نے کہ نماز پڑھی ہے مینے
ساتھ رسول خدا صلعم کے دو رکعتین اور ساتھ ابوبکر کے دو رکعت اور ساتھ عمر کے دو رکعت بعد
اسکے طریق مختلف ہوگیا اور کاش کہ نصیب میرا ان چار رکعتون مین سے جو عثمان نے
پڑھین دو رکعت مقبول ہوتین۔ شارح کہتے ہین۔ یعنی کاش عثمان دو رکعت گذاردے
چنانکہ آنحضرت ویاران اوگذاردہ اند۔ ودرین اداء اظہار کراہت فعل عثمان است از جہت
مخالفت مرآنہا راکہ مقتدا بودند۔ علاوہ حدیث متذکرہ اول کے ایک اور حدیث جس سے
بعد تکبیر قراءت قرآن کا حکم پایا گیا ہے صحیح بخاری کے باب وجوب القرأت للامام والمأموم
مین مروی ہے حدثنا محمد بن یشار قال حدثنا یحییٰ قطان عن عبد اللہ
عمری قال حدثنا سعید بن ابی سعید عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلعم
دخل المسجد فدخل رجل فصلے وسلم علی النبی صلعم فرد وقال ارجع فصل
فانک لم تصل فرجع فصلے کما صلے ثم جاء فسلم علی النبی صلعم فقال ارجع
فصل فانک لم تصل ثلثا فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی
فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن ثم ارکع
حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ار
وافعل ذالک فی الصلوٰۃ کلہا یعنی روایت ہے ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلعم داخل

ہوئے مسجد مین کہ ایک آدمی آیا اور اوسنے نماز پڑھی اور حضرت کو سلام کیا حضرت نے
جواب سلام کا دیکر فرمایا کہ پھر لوٹ جا اور نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہین پڑھی ہے پس وہ شخص
لوٹ آیا اور پھر اوسی طرح نماز پڑھی جیسے کہ پہلے پڑھی تھی اور نماز پڑھکر پھر حضرت کے پاس آیا
اور سلام کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ لوٹ جا اور پھر نماز پڑھ کہ تو نے نماز نہین پڑھی اور تین مرتبہ
اسی طرح فرمایا پھر تیسری بار وہ شخص بولا کہ یا حضرت مجھے قسم ہے اوسکی کہ جسنے تمکو برحق مبعوث
کیا ہے کہ مجھے اس سے بہتر نماز پڑھنی نہین آتی آپ مجھے تعلیم فرما دیجئے تب حضرت نے فرمایا
کہ جسوقت تو نماز کو کھڑا ہو تو اول تکبیر کہہ بعد اوسکے جو کچھ کہ قرآن مین سے تجھے یاد ہے وہ
پڑھ (یعنے الحمد اور جو اور کوئی سورت یاد ہو) بعد اسکے رکوع کر یہانتک کہ رکوع مین طمینان
ہو پھر سر اوٹھا یہانتک کہ اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو پھر سجدہ کر یہانتک کہ سجدہ مین اطمینان
حاصل ہو پھر سر اوٹھا اور اطمینان کے ساتھ جلسہ کر اور اسی طرح ساری رکعتین نماز کی پوری کر
تنبیہ نسبت رکعتین اخریئین اور حکم ہے جیسا کہ شیخ الاسلام مین ہے کہ رکعت اخریئین
مین مختار ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھے یا تسبیح پڑھے بموجب روایت حضرت علی اور ابن مسعود اور
عائشہ کے کہ کہا اونھون نے۔ (کہ قرات میکردند در اولین ونمی خواندند در آخریئین ودر روایتے
تسبیح میکردند در آخریئین۔ وہم چنین از ابراہیم نخعی وسفیان ثوری مرویست۔ اور شیخ الاسلام
کے دوسرے باب یقرء فی الاخریئین بفاتحۃ الکتاب مین مرقوم ہے۔ واز ینجا وجوب فاتحہ در
آخریئین لازم نیاید بدلیل روایت ابن منذر از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ گفت قرات
کن در اولین وتسبیح کن در آخریئین۔ چونکہ شیعہ امامیہ رکعتین آخریئین مین تسبیح پڑھتے ہین اسلئے

طریق سنت ہین پس جو شخص تسبیح پڑھنے والون پر معترض ہو وہ سنت نبوی پر معترض ہوتا
حدیث مذکور صدر سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اہلسنت جو بعد سجدتین بغیر جلسہ کہڑے ہوجاتے
ہین یہ فعل اونکا خلاف سنت ہے اور شیعہ جو سجدتین کے بعد باطمینان جلسہ کرکے اوٹھتے
ہین وہ متبع سنت ہین۔ اب ہم یہ تحقیق کرنا چاہتے ہین کہ حنفیون نے دعائے استفتاح
نماز کہانسے نکالی ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ ماخذ انکا وہ حدیث ابی ہریرہ کی ہے جسکو بخاری
نے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہین کہ رسول خدا صلعم بعد تکبیر وقبل شروع قرات کچھ تھوڑی
دیر تک ساکت رہتے تھے۔ اسپر امام ابو حنیفہ اور احمد نے گمان کرلیا ہے کہ دعا کرتے
تھے۔ مگر یہ وہی نقل ہے کہ کسی شخص نے بھیگی ہوئی بلی کو دیکھ کر کہدیا تھا کہ بارش ہو رہی ہے
ثبوت اس امر کا کہ اسی حدیث کی بناء پر امام ابو حنیفہ نے دعائے استفتاح نماز کو مستحب قرار دیا ہے
یہ ہے کہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری نے اس حدیث کی شرح مین یہ لکھا ہے۔ واین حدیث
دلیل است برخواندن دعائے استفتاح بخلاف امام مالک کہ گوید مستحب نیست ولیکن امام
ابو حنیفہ واحمد استفتاح در فرض بہ تسبیح وثنا گویند الخ

رکن نہم رفع یدین کے بیان مین رفع یدین کے معنی بلند کرنا ہاتھون کا ہے اور
اصطلاح فقہ مین ہر وقت کہنے تکبیر کے دونون ہاتھونکا بلند کرنا ہے۔ واضح ہو کہ اہلسنت
والجماعت خصوصاً حنفی مذہب مین سوائے تکبیر تحریمہ کے دیگر تکبیرون کے وقت رفع یدین
ناجائز ہے۔ اور صحاح اہلسنت سے قطعی طور پر ثابت ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ
افضل التحیات ہر تکبیر کہنے کیوقت رفع یدین کرتے تھے اب اہل انصاف غور کرسکتے ہین کہ

ٹھیک طریقہ پر سول خدا صلعم پر کون چلتا ہے اور سنت نبوی کا مخالف کون ہے ۔ شیعہ امامیہ اثناعشریہ بموجب طریقہ رسول خدا صلعم سوائے تکبیر تحریمہ کے دیگر تکبیرون پر بھی رفع یدین کرتے ہین اور اہلسنت والجماعت اسکے خلاف کرتے ہین **صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے** باب رفع الیدین فی تکبیر الاولی مین حدیث مسطورہ ذیل مرقوم ہے **حدثنا** عبداللہ بن مسلمہ عن مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ ان رسول اللہ صلعم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع رفعہما کذلک ایضاً وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد وکان لا یفعل ذلک فی السجود یعنی سالم بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ بہ تحقیق کہ رسول خدا صلعم دونون ہاتھ دوش کے برابر بلند کرتے تھے جبکہ نماز شروع کرتے تھے اور نیز جبکہ تکبیر واسطے رکوع کے کرتے تھے اور جبکہ سر رکوع سے اوٹھاتے تھے دونو ہاتھ اسیطرح بلند کرتے تھے اور کہتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد (اور روایت ثانی مین ربنا ولک الحمد شامل نہین ہے) اور آنحضرت سجدون مین ایسے نہین کیا کرتے تھے شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین اسی حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ اکثر شافعیہ سجدون کیوقت بھی تکبیر پر رفع یدین کرتے ہین ۔ اور اہلسنت مین جو ایک فرقہ اہل حدیث کہلاتا ہے اور وہ فقہاء اربعہ مین سے کسیکی مقلد نہین ہین وہ بھی ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے ہین لیکن حنفی اسکو نہایت مکروہ سمجھتے ہین ۔ اور حقیر نے جہانتک غور کیا ہے سنت نبوی کے مخالفت کرنے والون مین درجہ اول پر امام ابوحنیفہ پائے جاتے ہین اور اونکے بعد احمد بن حنبل ہین اور اسیطرح فقہائ

اربعہ مین سے اتباع سنت پر کوشش کرنیوالے اول درجہ پر امام مالک ثابت ہوتے ہین
اور اونکے بعد امام شافعی کا درجہ ہے **دوسری حدیث صحیح بخاری باب رفع الیدین**
اذا کبر واذا رکع واذا رفع مین بطریق محمد بن مقاتل عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے قال رایت
رسول اللہ صلعم اذا قام فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یکونا حذو منکبیہ وکان یفعل
ذالک حین یکبر للرکوع ویفعل ذلک اذا رفع راسہ من الرکوع ویقول سمع اللہ
لمن حمدہ ولا یفعل ذالک فی السجود یعنی کہا ہے عبداللہ ابن عمر نے کہ دیکھا مین نے
رسول اللہ صلعم کو کہ جسوقت وہ نماز کو کھڑے ہوتے تو دونو ہاتھ مونڈھون کے برابر بلند کرتے
اور ایسے ہی کرتے تھے جبکہ رکوع کیواسطے تکبیر کرتے اور ایسا ہی جب کرتے کہ رکوع سے سر اونچا
کرتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ اور سجدہ مین ایسا نہین کرتے تھے **وصحیح بخاری**
باب ایضاً بطریق اسحق الواسطی عن ابی قلابہ مروی ہے کہ انہ رای مالک بن
الحویرث اذا صلی کبر ورفع یدیہ واذا اراد ان یرکع رفع یدیہ واذا رفع راسہ من
الرکوع رفع یدیہ وحدث ان رسول اللہ صلعم صنع ھکذا یعنی ابی قلابہ نے مالک
بن حویرث صحابی کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھتے اور تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جب کہ
ارادہ کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور بوقت سر اوٹھانے رکوع سے بھی رفع یدین کرتے
اور حدیث کرتے کہ جناب رسول خدا صلعم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے **وایضاً باب**
رفع الیدین اذا قام من الرکعتین حدثنا عیاش بن الولید قال حدثنا
عبدالاعلی قال حدثنا عبداللہ عمری عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل

فی الصلوٰۃ کبر و رفع یدیہ و اذا رکع رفع یدیہ و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیہ و اذا قام من الرکعتین رفع یدیہ۔ و رفع ذلک ابن عمر الی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ و رواہ ابن طہمان عن ایوب و موسی بن عقبہ مختصرا۔ و رواہ حماد بن سلمہ بن دینار عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر جب نماز شروع کرتے اور تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے اور جبکہ رکوع کرتے تب بھی رفع یدین کرتے اور جبکہ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو بھی رفع یدین کرتے اور جبکہ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تب بھی رفع یدین کرتے۔ اور سند اس حدیث کی ابن عمر نے طرف جناب رسول خدا صلعم کے کی ہے۔ اور ابن طہمان نے بھی اس حدیث کو ایوب اور موسی بن عقبہ سے مختصر طور پر روایت کی ہے۔ اور نیز حماد بن سلمہ بن دینار نے ایوب سے اور اونے نافع سے اور اونے ابن عمر سے اور ابن عمر نے رسول خدا صلعم سے روایت کی ہے۔ ہم رفع یدین کے بارہ میں جہانتک دیکھتے ہیں صحاح اہلسنت مشاہیر صحابہ کی روایات سے مالامال ہیں اور نہایت اطمینان کے ساتھ ثابت ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات صلعم ہمیشہ تکبیرات پر رفع یدین کرتے تھے اور دوسرونکو اسکے کرنیکا حکم دیتے تھے اور ساتھ ہی اسکے ہمکو نہایت درجہ تعجب اس بات کا ہے کہ ائمہ اربعہ اہلسنت میں سے خاص امام ابوحنیفہ نے کیوں ایسے مستند اور معتبر روایات مشاہیر صحابہ سے مخالفت اختیار کی اور ایسے اکثر امور کو کیوں اختیار کیا کہ جنکا مطلق وجود بھی مرویات مشاہیر صحابہ میں پایا نہیں جاتا جیسے قیام نماز میں ناف پر ہاتھ باندھنا کہ اسکا آثار سلف سے مطلق وجود پایا نہیں گیا اسکو اونھوں نے اختیار کیا

اور رفع یدین جسکا کرنا رسول خداؐ کی نسبت مشاہیر صحابہ کی کثیر روایات سے ثابت ہوا ہے ترک کردیا اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ انکار زمانہ خلفائے مروانیہ کے زمانہ سے زیادہ ملحوظ تھا اور جسقدر تغیرات دین مین واقع ہوئے ہین وہ سب بنی امیہ کے طفیل سے ہوئے اور سلطنت اونکی چونکہ قریب ایک سو برس کے مسلسل و مستقل طور سے قائم رہے کسیکی مجال نہ تھی کہ اون کے رسمیات کو ترک کرکے آثار سلف کی تفتیش کرے اور جبکہ اس سو برس کے عرصہ مین علماء کی کئی کئی پشتین خلفائے بنی امیہ کی تقلید مین گذر گئین تو آخر کار تمامی تغیرات دینی ایسے سمجھے گئے کہ گویا اسی طرح زمانہ رسول خداؐ سے ہوتے ہوئے چلے آرہے ہین۔ لیکن جبکہ زمانہ سلطنت بنی عباس کا آیا اور ہر امر کی نسبت تحقیق و تفتیش شروع ہوئی کہ فلان امر مین بزمانہ رسول خداؐ کیا عمل درآمد تھا او سوقت ہر بات کھلنے لگی لیکن چونکہ عمل درآمد زمانہ رسول خداؐ نہ تو قید کتابت مین تھا نہ سوائے اہلبیت پیغمبر صلعم کوئی خاندان ایسا تھا کہ اون مین تربیت بنی امیہ نے اثر نہ کیا ہو اور عمل درآمد زمانہ رسول خداؐ اونکے سینہ بسینہ چلا آرہا ہو اسلئے بہت باتون مین غیر لوگون سے عمل درآمد زمانہ رسول خداؐ معلوم نہو سکا اور چونکہ اہلبیت پیغمبر کیطرف اس زمانہ مین بھی بخوف خلفائے بنی عباس عوام لوگ رجوع نہوے اور اون سے مسائل دینی اخذ کرنیکی جرأت نہ پائی اسلئے بہت سے امور مروجہ زمانہ بنی امیہ قائم رہ گئے اور شافعی و ابو یوسف وغیرہ متاخرین کی کوششون کا کوئی نتیجہ کافی برآمد نہوا۔ مگر تاہم بہ نسبت اجتہاد امام ابو حنیفہ کے انھون نے اسیقدر کامیابی حاصل کی اور جون جون زمانہ بنی امیہ کو بعد ہوتا گیا زمانہ رسول خداؐ کے آثار منکشف ہوتے گئے کہ اسوقت تقریباً ہر قسم کی روایات صحاح اہلسنت مین مندرج ہین گو

اون پر عموماً اہلسنت کا عمل نہین ہے - اور یہی وجہ ہے کہ شیعہ اپنے تمامی عقائد کا ثبوت احادیث
مندرجہ صحاح اہلسنت سے دیسکتے ہین - اب اگرچہ اکثر مسائل ہنی احادیث مندرجہ صحیحین سے خلاف
اجتہاد امام ابوحنیفہ کے پائے جاتے ہین اور صحیحین کے مرویات کی صحت اور سندمین عام اہلسنت کو
کلام نہین لیکن محض اسوجہ سے کہ جب ہم قدیم سے مقلد امام ابوحنیفہ کے ہین تو پھر اونکی تقلید
کیسے چھوڑدین اب تو بہشت مین جائین یا دوزخ مین جسکے نام پر ایکدفعہ بک چکے ہین اوسکی
تقلید کیسے چھوڑدین میرے نزدیک امام ابوحنیفہ اپنی مجبوری کو خوب جانتے تھے اور سمجھتے تھے
کہ بنی امیہ کی سلطنت کے اثر سے آثار زمانہ رسول خدا کا انکشاف کامل طور سے اس زمانہ
مین نہین ہوسکا ہے اسلئے وہ اپنے شاگردون کو حکم دیگئے تھے کہ اگر میرے قول کے برخلاف حدیث
ثابت ہو تو میرے قول کی پابندی نکرنا لیکن شاگردون کو اوستاد کی تقلید کا متروک ہونا پسند نہو
اسلئے امام ابوحنیفہ کے اس وصیت نے کوئی بہتر نتیجہ پیدا نہ کیا کاش امام ابوحنیفہ اس وصیت کو
تشریح کے ساتھ کرتے تو اونکے اصحاب سے سرسری بات سمجھکر خاموش نرہتے اور جو اعتراضات
اونکی کارروائیون پر اونکے ہمعصر علماء نے کئے ہین اسکی بھی نوبت نہ پہونچتی - صحیح بخاری مین
تئیس مقامات مین امام ابوحنیفہ پر طعن کئیے گئے ہین اسی طرح امام شافعی اور اونکے اتباع نے
بہت دلیری کے ساتھ انکے مطاعن کا اظہار کیا لیکن حنفیون نے اوسوقت یہ عمدہ دنیاوی پالیسی
اختیار کی کہ اون مطاعن کو سنکر سکوت اختیار کیا - اگر ساکت نہوتے تو جواب شافی دے نہین
سکتے تھے اپنے مذہب سے دست بردار ہوجاتے لیکن اوسوقت کا سکوت کام کر گیا - فریق ثانی کیطرف
سے مطاعن مین یہانتک غلو کیا گیا کہ امام صاحب اور اونکے اتباع پر تکفیر کے فتوے دیئے گئے اور

ایدھر حنفیون کیجانب سے چارون مذہب کے برحق ہونیکا اعلان کیا گیا جب مخالفون نے اپنے فرقہ ثانی
کی یہ چاپلوسی دیکھی وہ بھی مطاعن سے باز رہے اور ایدھر ابو یوسف وغیرہ اصحاب امام ابو حنیفہ
سلطنت بنی عباس کے قاضی القضات مقرر ہوے اور یہ طریقہ عام جاری ہوگیا کہ کسی ملک
اور شہر اور قصبہ مین قاضی اور مفتی اور امام اور موذن اور معلم سوائے حنفی مذہب کے دوسرا
مقرر نہو۔ اسوجہ سے مذہب حنفی تمام ممالک اسلام مین پھیل گیا۔ کافی نظیر اس امر کی ملک
مصر کی تبدیلی مذہب ہے کہ بزمانہ سلاطین فاطمیہ تقریباً تمام ملک مصر کا مذہب شیعہ تھا اور
جب اہلسنت کی عملداری ہوئی اور قاضی مفتی جس مذہب کے مقرر ہوے وہ ہی مذہب ملک
مین رائج ہوا یعنی کبھی سارا ملک حنفی ہوگیا اور کبھی شافعی ہوگیا۔ ابتدائے زمانہ مین جو مذہب
شیعہ کم شایع ہوا اور دیگر مذہب جو برخلاف اسکے تھے روزافزون ترقی پاتے رہے اسکی یہ ہی
وجہ تو ہے کہ قریب اکیسو سال تک ممالک اسلام مین بنی امیہ کا دخل رہا اور وہ دشمن خاندان
رسول اللہ کے تھے۔ جسکا مذہب شیعہ ثابت ہوا اوسپر طرح طرح کی سختیان پڑین حضرت قنبر
اور حضرت کمیل وغیرہ ایک جماعت کثیر زمانہ معاویہ سے لیکر آخری خلیفہ اموی تک اسی مذہب
تشیع کی بدولت شہید ہوے طبقہ اول مین حضرت ابوذر غفاری اور عمار بن یاسر شہید
ہوے اور بعد خلافت بنی امیہ کے بنی عباس نے پانسو برس تک کوئی دقیقہ ظلم و ستم کا
شیعیان اہلبیت سے اوٹھا نہین رکھا انکے بعد ترکون کی سلطنت مین بھی یہی حال رہا
وہ شیعونکی جان کے دشمن رہے اور واسطہ شایع کرنے مذہب اہلسنت وجماعت کے قاضی
مفتی نواصب مین سے چھانٹ کر مقرر ہوتے رہے [illegible] باشندہ اس امر کے لئے انکا

مذہب شیعہ تہو عہدۂ قضا نہین ملتا تھا۔ اکثر سادات نے بطمع عہدہ قضا اپنے آپ کو شیخ ظاہر کیا اور اس حیلہ سے عہدہ قضا حاصل کیا۔ اب اونکو پھر سید ہونا دشوار ہوگیا جیسے قصبہ منگلور کے حضرات کہ اب غل مچا مچا کر کہہ رہے ہین کہ ہم سید ہین اور ہمارے بزرگون نے بطمع عہدۂ قضا شیخ ہونا قبول کر لیا تھا اور سیادت کو چھپایا تھا اب ہمکو پھر سید کہو جبکہ شیعون سے زمانہ ایسا ناسازگار رہا ہو پھر شیوع اور ترقی کی امید کسطرح ہوسکتی تھی ہان اس مذہب کا قائم رہنا باوجود اس کثرت حوادث کے بیشک معجزہ اور خرق عادت ہے اور اس مذہب کے برحق ہونیکی بہت بڑی دلیل ہے اگر کسی دوسرے مذہب پر باوصف اوسکے عروج ہوجانیکے بھی ایسے حوادث پڑتے جیسے کہ مذہب شیعہ پر اسکے عین ایام صداثت سے پڑے ہین تو مین سچ کہتا ہون کہ وہ مذہب بیخ و بنیاد سے اوکھڑ جاتا اور دنیا مین کوئی اوسکے نام سے بھی آگاہ نہوتا

رکن ششم قنوت نماز فریضہ کے بیان مین قنوت کے معنی دعا مانگنے کے ہین اور اصطلاح فقہ مین قنوت سے وہ دعا مراد ہے کہ جو نماز کی دوسری رکعت مین بعد ختم قرارت قرآن و قبل از رکوع پڑھی جاتی ہے۔ اہلسنت والجماعت نے مثل رفع یدین وغیرہ اسکو بھی ترک کردیا ہے۔ اور شیعہ اوسکو فرض سمجھکر ادا کرتے ہین اور کوئی نماز ایسی نہین ہے کہ جسمین قنوت نہ پڑھتے ہون۔ علاوہ اسکے کہ قرآن پاک مین قنوت پڑھنے کا صاف یہ حکم کہ قوموا للّٰہِ قانتین موجود ہے صحاح اہلسنت والجماعت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہمیشہ جناب سرور کائنات نے نماز مین قنوت پڑھا ہے اور آپکے بعد صحابہ نے بھی ترک نہین کیا ہے لیکن حضرات اہلسنت والجماعت باوصف حکم خدا و رسول کے اسکو ترک کرتے ہین اور شیعون پر ناحق معترض ہوتے ہین

ہمارا مقصود اس موقع پر یہ ہے کہ ہم اس امر کی تحقیق کرین کہ آیا احادیث مندرجہ کتب اہلسنت سے قنوت کا کچھ وجود پایا جاتا ہے یا شیعون نے ہی بزعم جہال اسکو اختراع کرلیا ہے بس اگر احادیث صحیحہ اہلسنت سے یہ ثابت ہوجاوے کہ رسول خدا صلعم بھی ہر نماز فریضہ مین قنوت پڑھا کرتے تھے تو پھر کسیکو شیعون پر اعتراض کرنیکا موقع نملیگا۔ چنانچہ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ جناب سرورکائنات صلعم وقتیہ نمازون کے قنوت مین ہر قسم کے مختلف دعایئن پڑھا کرتے تھے جیسے کہ ضعفاء مسلمین کی مخلصی و راشدا مشرکین کے حق مین بد دعا مانگتے تھے اور بعد آنحضرت صلعم کے شیعہ فقط ادعیہ ماثورہ ہے قنوت مین پڑھتے ہین مثل اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات واللھم اغفر لنا وارحمنا وعافنا وعفوعنا الخ واللھم صل علی محمد و آل محمد اب جو ہم کتب معتبرہ حدیث اہلسنت والجماعت کیطرف متوجہ ہوتے ہین تو پایا جاتا ہے کہ صحیحین مین اس قنوت نماز فریضہ کا باب ہی جدا ہے جسکو باب قنوت وتر سے کچھ بھی تعلق نہین قنوت وتر کا باب جدا ہے اور دیگر نماز ہاے وقتیہ کے قنوت کا باب جدا ہے چنانچہ صحیح بخاری مین قنوت وتر سے علیحدہ دیگر نماز فریضہ کے قنوت کا باب ہے اور اوسمین روایت ہے حدثنا معاذ بن فضالہ قال حدثنا ھشام عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن عن ابی ھریرۃ قال لاقربن صلوۃ النبی صلعم فکان ابو ھریرۃ یقنت فی الرکعۃ الاخرہ من صلوۃ الظھر والعشا وصلوۃ الصبح بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ فیدعوا للمؤمنین ویلعن الکفار یعنی کہا ابو ہریرہ نے کہ قریب تر کرون مین تم سے یعنی دکھلاؤن مین تمکو نماز رسول اللہ صلعم کی (پھر تفسیر کرتا ہے اسکی راوی) کہ ابوہریرہ قنوت پڑھا کرتے تھے رکعت آخر نماز ظہر اور

نماز عشاء اور نماز صبح مین بعد کہنے سمع اللہ لمن حمدہ کے پس وہ اوس قنوت مین دعا کیا کرتے تھے
واسطے مومنین کے اور لعنت کیا کرتے تھے کفار پر۔ اگرچہ اس روایت مین بالتخصیص نماز عصر اور مغرب کا
ذکر نہین لیکن قرینہ دلالت اسی امر پر کرتا ہے کہ اون نمازونمین بھی قنوت پڑھا جاتا تھا۔ اور بالتخصیص
اونکا نام بیان نکرنیکی یہ وجہ ہے کہ عصر اور ظہر ملا کر پڑھی ہون اور مغرب کو عشا سے ملا کر پڑھا ہوگا اور
راوی نے بالتفصیل ذکر نہ کیا یا یہ کہ راوی کے سامنے یہ تین نمازین ہی ابوہریرہ نے پڑھی ہون کیونکہ
عصر و مغرب مین نہ پڑھنا قنوت کا بیان نہین کیا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ بعض لوگونکو یہ گمان
ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے کسی ضرورت سے چند روز نمازونمین قنوت پڑھا تھا پھر ترک کردیا۔
جسکا ذکر اکثر کتب سیر و تواریخ مین مندرج ہے لیکن اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب سرورکائنات
ہمیشہ مستقل طور سے نمازین قنوت پڑھا کرتے تھے اور جن لوگون کو ترک کردینے کا گمان ہوا ہے
وہ غلط ہے قنوت ترک نہین ہوا بلکہ جن قبائل پر مخصوصًا بددعا کرنیکا ذکر کتب سیر مین مندرج ہے
بعد رفع ضرورت اون قبایل پر قنوت مین بددعا کیا جانا متروک ہوا تھا۔ اگر قنوت ہی نمازین براے
چند روز ہوتا تو ابوہریرہ جیسے مشہور صحابی بعد رسول خدا صلعم ہرگز نماز فریضہ مین قنوت نہ پڑھا
کرتے۔ علاوہ اثبات قنوت کے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ کفار پر لعنت کرنا واجب ہے اور نماز فریضہ کا
ایک جزو ہے نگر واے برحال اونکے جو یہ سمجھتے ہین کہ کفار اور مستحقین لعن پر بھی لعنت کرنا درست نہین ہے
ایضًا صحیح بخاری بطریق ابوالیمان۔ ابوبکر و ابوسلمہ ابناء عبدالرحمن سے روایت
نماز رسول خدا صلعم کے لکھے ہے کہ ابوہریرہ نے بتلایا کہ رسول خدا صلعم اسطرح نماز پڑھا کرتے
تھے وہ دونو بھائی کہتے ہین کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز کے ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول خدا

صلعم اسطرح نماز پڑھا کرتے تھے وہ دونو بھائی کہتے ہین کہ بعد بیان کرنے طریقہ نماز کے
ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلعم بعد رکوع کے قنوت مین مسلمانون کے حق مین ہر ایک کا
نام لے لیکر دعاے خیر کرتے اور اسیطرح کافرون کے حق مین نام بنام بددعا فرماتے اسطرحپر
اللهم انج الولید بن الولید۔ وسلمه بن هشام وعیاش بن ابی ربیعه والمستضعفین
من المؤمنین اے خداوند تعالی نجات دے ولید بن ولید (برادر خالد) اور سلمہ بن ہشام (برادر
ابو جہل) اور عیاش بن ابی ربیعہ اور دیگر ضعفاء مؤمنین کو اللهم اشدد وطاءتک علی مضر
خداوندا سخت کر اپنے عذاب کو اوپر قبیلہ مضر کے وجعلها سنین کسنی یوسف اور اے
خداوندا اونکی سالون کو مثل قحط سالی یوسف علیه السلام کے کر مروی ہے کہ ببرکت دعاے
آنحضرت صلعم مؤمنین مذکورین نے خلاصی اور نجات پائی اور مشرکین پر سات برس تک ایسا قحط
عظیم پڑا کہ استخوان اور مردار کھانے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی روایات سے لوگون کو شبہہ
ہوا ہے کہ بعد رفع ضرورت حضرت نے قنوت ترک کر دیا ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ قنوت ترک
نہین ہوا صرف دعائین قنوت کی وقتاً فوقتاً موافق ضرورت اور حاجت کے بدلتے رہے
ہین جیسا کہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین درج ہے کہ طحاوی نے ابن مسعود سے روایت
کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے مدت ایکماہ تک ہمیشہ ہر نماز فریضہ و قتیہ کے قنوت مین عقبہ اور
ذکوان پر بددعا فرمائی ہے اور دیگر اہل سیر اور محدثین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔ کذا فی
مدارج و معارج النبوت و روضة الاحباب وغیرہ چونکہ پہلی روایت مین تین نمازون ظہر
اور عشا اور فجر مین قنوت ہونا بروایت ابوہریرہ ثابت ہوچکا ہے اور ہم لکھ چکے ہین کہ دیگر نمازون مین

بھی قنوت تھا لیکن راوی سے اونکا ذکر رہ گیا۔ اب ہمکو ہمارے قول کے موید ایک اور حدیث مروی انس
بن مالک مشہور صحابی کی صحیح بخاری مین دستیاب ہوئی **ایضاً صحیح بخاری حدثنا**
عبداللہ بن ابی الاسود وقال حدثنا اسمعیل ابن علیہ عن خالد الحذاء عن ابی قلابہ
عن انس قال کان القنوت فی المغرب والفجر یعنی انس سے مروی ہے کہ قنوت مغرب اور فجر
مین تھا۔ چونکہ چار نمازونمین قنوت روایات صحیحہ سے ثابت ہوچکا ہے تو پانچوین نماز مین ضرور
قنوت تھا اور جبکہ رسول اللہ صلعم نے تا روز وفات نماز مین قنوت پڑھا ہے تو فرض ہونا
اسکا مسلم ہے اور ترک کرنا اسکا ترک فرض ہے اور تا دم واپسین حضرت کا نماز مین قنوت
پڑھنا اسطرح ثابت ہے۔ کہ شیخ الاسلام مین ہے کہ عبدالرزاق نے بطریق ابی جعفر
رازی انس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم ہمیشہ نماز فجر مین قنوت پڑھتے تھے اس دم
تک کہ دنیا سے رحلت فرمائی۔ محدثین اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر جبہ شریف
نبوی لیکر اویس قرنی کے پاس پونہچے اور بعد ادائے پیغام وسلام اویس قرنی سے طالب
دعائے خیر کے اپنے حق مین ہوے تو اویس نے جواب دیا کہ مین ہر نماز مین دعا کرتا ہون اللھم
اغفر للمؤمنین والمؤمنات الخ پھر تمہارے حق مین تخصیص دعا کی کیا ہے۔ اگر تم مؤمن ہو
تو اس دعا کے شامل ہو۔ اگر نہین ہو تو مستحق دعا نہین ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعد رسول خداؐ
صلعم کے عظماء امت ہر نماز مین قنوت پڑھتے تھے۔ یہ اویس قرنی وہ ہین کہ جو زمانہ رسول خداؐ
مین زمرۂ اولیاء اللہ مین شامل سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ رسول خدا صلعم سے ملاقات اونکی
نہین ہوئی لیکن عاشق زار رسول خداؐ کے تھے۔ حضرت عمر جب جبہ شریف نبوی اونکے پاس

لیگئے توجہ لیلیا لیکن اون سے باخلاق پیش آئے اور دعا کرنے سے بھی گریز کیا۔ زمانہ خلافت
اصحاب ثلثہ مین وہ کسی خلیفہ کے پاس نہین آئے مگر جسوقت جناب امیر المؤمنین علی مرتضے
سلام اللہ علیہ مسند خلافت ظاہری پر جلوہ افروز ہوے اویس قرنی بشوق زیارت امام
برحق و باشتیاق غزاو شہادت خدمت حیدر کرار مین حاضر ہوے اور دشمنان دین سے لڑکر
غزا مین شہید ہوے۔ یہ البتہ قدرا لتعجب خیز بات ہے کہ حضرت اویس قرنی سا بزرگ حضرت عمر
کیطرف مطلق توجہ نکرے اور حضرت علی کیخدمت مین نہایت شوق سے حاضر ہو۔ اور نیز
جس زمانہ خلفاء ثلثہ مین کفار نصارا اور مجوس پر جہاد جاری تھا اوس زمانہ مین اونکو شوق غزا
وشہادت پیدا نہوا اور جبکہ حضرت جاہد الکفار والمنافقین معاویہ بن ابی سفیان سے برسر
غزا و جہاد ہوے اوسوقت سے کمال اشتیاق سے خواجہ اویس نے اپنے وطن مالوفہ کو ترک
کر کے ملازمت جناب حیدر کرار اختیار کی اور خلعت فاخرہ شہادتسے مخلع ہوے

رکن ہفتم تسابیح رکوع وسجود کے بیان مین اگرچہ ان تسابیح مین باہم شیعہ
وسنی زیادہ اختلاف نہین اہلسنت فقط سبحان ربی العظیم تو رکوع مین اور سبحان
ربی الاعلی سجدہ مین تین تین بار پڑھتے ہین اور شیعہ بھی انھین تسابیح کو باضافہ لفظ وبحمدہ
وبشمول بعض ادعیہ ماثورہ پڑھتے ہین اور ما بین سجدتین دعاے طلب مغفرت بھی پڑھتے ہین
جسکو اہلسنت نے قطعًا ترک کردیا ہے۔ اہلسنت کے فقہاء اسبارہ مین مختلف ہین امام مالک
اور امام شافعی مستحب سمجھتے ہین رکوع وسجود مین پڑھنا ہر دعاے ماثورہ کا اور ابو حنیفہ اور
احمد فقط تسبیح متذکرۂ بالا کا ہی پڑھنا جائز کہتے ہین۔ چنانچہ شیخ الاسلام شارح صحیح بخاری

نے اسی باب کے اندر لکھا ہے کہ نزد شافعی و مالک و نماز فریضہ ہر چہ خواہد بخواند از ادعیہ ماثورہ
و نزد ابو حنیفہ و احمد سنت است کہ سہ بار سبحان ربی العظیم در رکوع و سبحان ربی الاعلیٰ در سجدہ
بخواند اب ہم متوجہ ہوتے ہین اس امر کی تحقیقات کیطرف کہ احادیث صحیحہ مرویہ صحیح بخاری مین
رسول خدا صلعم کی نسبت رکوع و سجود مین کیا پڑھنا ثابت ہوتا ہے آیا امام ابو حنیفہ کے قول
کی تائید ہوتی ہے یا شیعہ امامیہ اور امام مالک و شافعی کے طریق کی سند ہوتی ہے چنانچہ
واضح ہو اکہ آنحضرت صلعم بھی جسطرح شیعہ پڑھتے ہین تسبیح معہ تحمید پڑھا کرتے تھے اور استغفار
بھی کرتے تھے۔ دیکھو صحیح بخاری کے باب ذکر تسابیح رکوع و سجود مین کہ مروی ہے وعن
عائشۃ قالت کان النبی صلعم یکثران یقول فی رکوعہ و سجودہ سبحانك اللّٰھم ربنا
وبحمدك۔ واللّٰھم اغفرلی یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی صلعم اکثر رکوع و سجود
مین کہا کرتے تھے۔ سبحانک اللّٰھم (یہ تسبیح ہے اور ہم معنی ہے سبحان ربی العظیم و اعلیٰ کے
و ربنا و بحمدک (یہ تحمید ہے اور ہم معنی ہے وبحمدہ کے جو شیعہ کہتے ہین) اور اللّٰھم اغفرلی
یہ ادعیہ ماثورہ مین سے ہے) کہ شیعون کے نزدیک سجدہ و ماین سجدہ اسکو پڑھتے ہین کوئی
حجت نہین اور علی العموم شیعہ مابین السجدتین اس دعا کو پڑھتے ہین۔ صحیح بخاری مین یہ بھی
مروی ہے کہ آنحضرت صلعم تسابیح مذکرہ بالا کو باتثال فرمان الٰہی پڑھا کرتے تھے کہ قرآن
شریف مین وارد ہے فسبح بحمد ربك واستغفرہ یعنی پس تسبیح کر ساتھ حمد رب اپنے کے
یعنی یاد کر پاکیزگی رب اپنے کو ساتھ حمد اوسکی کے یعنی تسبیح اور تحمید دونونکو ملا کر کہہ اور اوسی سے
طلب آمرزش کر۔ اب معلوم ہوا کہ سبحان ربی العظیم وبحمدہ پڑھنا فرض ہے اور اگر بحمدہ اسکے

سامان شامل نہ کیا جاوے تو فرض ترک ہوتا ہے اور جو کوئی اسکے ترک پر اصرار کرے وہ قطعی گنہگار ہوتا ہے۔ ایسا ہی ثابت ہے کہ خفیف بھی ان تسابیح مین شامل کرنا فرض ہے۔ اور تارک اسکا مثل تارک تسبیح کے ہے۔ اب حضرات حنفیہ کا محض سبحان ربی العظیم و اعلیٰ پڑھنا اور تحمید کو دوسرے جدا کرنا ضرور ترک فرض ہے اور جب ترک فرض ہے تو نماز کا ادا ہونا معلوم۔ اور پھر سخن پروری سے اپنے قول پر جمے رہنا ظاہر ہے کہ ترک فریضہ پر اصرار کرنیوالا شرعاً کیسا گنہگار شمار کیا جاتا ہے یہان خطائے اجتہادی کا حیلہ بھی کارگر نہین ہے فاعتبروا یا اولی الابصار

رکن ہشتم مکث مابین السجدتین کے بیان مین مذہب اہلسنت و الجماعت

مین خصوصاً حضرات حنفیہ مین مکث بین السجدتین یعنی دونو سجدون کے درمیانین توقف کرنا ضرور نہین نہ وہ کوئی دعا اس وقت پر پڑھتے ہین بلکہ ایک سجدہ کے بعد فوراً بلا توقف دوسرا سجدہ ایسی طرح کرتے ہین کہ سجدۂ اول کے بعد پورا سر بھی زمین سے اونچا نہین کرتے جلسہ کرنا اور پڑھنا تو درکنار رہا۔ اور مذہب شیعہ امامیہ مین سجدہ اول کے بعد جلسہ کرنا اور استغفار پڑھنا لازمی امر ہے اور شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری کے باب (المکث بین السجدتین مین لکھا ہے (و مستحب است نزد امام احمد بن حنبل کہ بگوید میان دو سجدہ رب اغفر لی و تکرار کند آنرا چند بار) اور مذہب شیعہ مین مابین السجدتین پڑھتے ہین استغفر اللہ ربی من کل ذنب جو ہم معنی دعائے مجوزہ امام احمد بن حنبل کے ہے غرضکہ جہانتک تحقیق کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو منجملہ ائمہ اربعہ اہل سنت کے فقط ایک امام ابو حنیفہ مخالف مذہب اہلبیت رسول صلعم مین منفرد ہین دیگر ائمہ کسی کسی مسئلہ مین

اہل بیت نبوی کے موافق ہوے ہین مگر امام ابو حنیفہ صاحب ہر مسئلہ مین مخالف ہین اور
معلوم ہوتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اختلاف کیا ہے اور زیادہ حیرت یہ ہے کہ اسبات کو عام و
خاص سب جانتے ہین کہ مذہب امامیہ کی تدوین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے
زمانے مین ہوے اور امام ابو حنیفہ کو حضرت صادق علیہ السلام کی شاگردی کا بھی دعوے
ہے تو ظاہر ہے کہ دیگر ائمہ اہلسنت وجماعت نادانستگی کیحالت مین بعض مسائل مین مذہب
امامیہ سے متفق الرای ہو گئے ہین اور امام ابو حنیفہ بوجہ شاگردی اکثر مسائل مذہب امامیہ
سے واقف تھے اسلیئے انھون نے قصداً اون مسائل سے اختلاف کیا ہے چنانچہ مذہب
حنفیہ کا ایک اصولی قاعدہ اسوقت تک یہ مروج ہے کہ اگر کسی روایت مین باہم اہلسنت
اختلاف ہو اور ایک صورت اختلافی موافق قول اہل تشیع کے واقع ہوئی ہو اور دوسرے
مخالف اوسکے اور استاد دونو کے برابر ہون صحت اور اعتبار مین تو حنفیون کو لازم ہے
کہ اوس روایت کو قبول کرین جو مخالف ہو مذہب شیعہ کے اور اوسکو ترک کردین جو مذہب شیعہ
کے موافق ہو۔ اور طرفہ یہ ہے کہ یہ مخالفت اہل سنت نے جدید پیدا نہین کی ہے بلکہ دوازدہ امام
علیہم السلام کے زمانہ مین بھی بعینہ یہی مخالفت تھی۔ شواہد النبوۃ جامی مین لکھا ہے
کہ حضرت قنبر اور حضرت کمیل کو زمانہ معویہ مین اس جرم پر حجاج نے شہید کیا کہ انھون نے
اوسکے کہنے سے مذہب علی ابن ابی طالب ترک نہ کیا۔ مامون رشید عباسی نے جس سال
حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو عید کی نماز پڑھانے کو عیدگاہ مین آپکو
بھیجا اور جسوقت آپ عیدگاہ مین پونہچے تو ہر ایک قصاب و نداف بھی باکراہ تمام آپکے پیچھے

نماز پڑھنے سے انکاری ہوگیا کہ یہ تو اپنے طریق کی نماز پڑھاوینگے ہم انکے پیچھے نماز نہین پڑھنے حنفی یا شافعی مذہب کا ایک جاہل اور ملحد اور فاسق و فاجر رذیل قوم کا آدمی بھی اگر نماز پڑھانے کو کھڑا ہوجاتا تو عوام الناس بہت خوشی سے اوسکے پیچھے نماز پڑھتے اور کوئی انکاری نہوتا لیکن امام رضا علیہ السلام چونکہ جگر گوشۂ رسول مختار اور غایت درجہ کے عالم اور فاضل اور زاہد اور عابد تھے جنکی بزرگی مین اہل خلاف کو بھی کلام نہین اونکے پیچھے نماز پڑھنے سے شہر کے عوام اور خواص انکاری ہوگئے اور کیون انکار نکرتے اسلئے کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی پس جبکہ مدار ہدایت اونکے تمسک پر اور مدار ضلالت اونکے ترک تمسک پر قرار پاچکا ہے تو ظاہر ہے کہ فضل ایزدی جسکے شامل حال ہے اور ہدایت پانا اوسکے مقدر مین ہے وہ ضرور قرآن پاک اور عترت صاحب لولاک کی پیروی کریگا اور گم گشتگان بادیہ ضلالت کی خود بخود ایسی عقل ماری جاویگی کہ امام رضا علیہ السلام جیسے پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری ہون سبحان اللہ اوس وقت روح پاک جناب سرور کائنات اپنی امت کے افعال سے کیا راضی ہوئی ہوگی کہ جب اونکے جگر گوشہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکاری ہوگئے اور ہر قسم کے فساق و فجار کے پیچھے نمازین پڑھی ہونگی۔ کیا خوب تعمیل وصیت رسول خداؐ کی کیجاتی ہے و سیعلموا الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون و ایضاً صحیح بخاری کے اسی باب یعنی مکث بین السجدتین مین مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم جسقدر توقف رکوع اور سجود مین کرتے تھے اوسیقدر دونو سجدون کے درمیان مین وقفہ کرتے تھے و ہو ہذا حدثنا محمد بن عبد الرحیم

قال حدثنا ابو احمد محمد بن عبد اللہ الزبیری قال حدثنا مسعر عن الحکم عن عبد الرحمن
بن ابی لیلی عن البراء قال کان سجود النبی صلعم ورکوعہ وقعودہ بین السجدتین
قریبا من السواء یعنی براء بن عازب نے کہا ہے کہ آنحضرت صلعم کے سجدات اور رکوع
او قعود بین السجدتین مین عرصہ قریب قریب برابر کے ہوتا تھا۔ یعنی جسقدر عرصہ مین آپ
ایک سجدہ اور رکوع کو بجالاتے اوسیقدر عرصہ تک آپ مابین دو سجدون کے قعود فرماتے
وایضاً صحیح بخاری کے اسی باب مین دوسری حدیث بطریق سلیمان بن حرب
عن ثابت مروی ہے کہ ثابت نے کہا کہ انس بن مالک نے ہمسے طریقہ نماز رسول خدا صلعم کا
بیان کیا کہ جسطرح وہ پڑھا کرتے تھے اور انس بن مالک بعد رکوع اسقدر عرصہ تک
کھڑے ہوتے اور درمیان دو سجدون کے اتنی دیر تک قعود فرماتے کہ اوگون کو گمان ہوتا
کہ یہ ارکان نماز مین سے کوئی رکن بھول گئے ہین کہ جسکو یاد کر رہے ہین۔ مگر وای برحال
اون لوگون کے کہ ایک قعدہ مین دو سجدے کرتے ہین اور پھر دعوی اتباع سنت رسول اللہ
صلعم کا کرتے ہین صحیح بخاری کی نسبت عوام اہلسنت والجماعت کا اجماع واتفاق ہے کہ وہ
بعد قرآن اصح الکتب ہے اور روایات اوسکی سب صحیح ہین مگر امام ابو حنیفہ کا اجتہاد بالکل
خلاف احادیث صحیحہ کے ہے اور اونکے مقلد دیدہ و دانستہ حکم خدا و رسول کی مخالفت اونکے
مقابلہ مین جائز اور درست جانتے ہین

کیفیت جلسہ یعنی قعدہ بعد سجدتین کے بیان مین واضح ہو کہ
اہل سنت والجماعت سجدتین رکعت اول و ثالث کے بعد جلسہ وقعدہ نہین کرتے رکعت

ثانی و رابع مین تو بضرورت تشہد قعدہ کرتے ہین اور باقی دو رکعت وتریہ مین سجدہ سے ہے
اوٹھکر بغیر جلسہ کئے کھڑے ہوجاتے ہین اور حضرات حنفیہ اس امر مین زیادہ تر مخصوص
ہین۔ اور شیعہ امامیہ ان رکعات وتریہ مین بعد سجدتین جلسہ کرتے ہین اور بعد جلسہ زمین پر
ہاتھ ٹیککر کھڑے ہوجاتے ہین۔ امام شافعی کے نزدیک سے یہی طریقہ درست ہے جو شیعہ
کرتے ہین مگر حضرات حنفیہ یہانتک مخالفت کرتے ہین سجدون کے بعد زمین پر ہاتھ بھی نہ ٹیکے
اب ہم تحقیق کرنا چاہتے ہین کہ بروی احادیث صحیحہ مرویہ اہلسنت حضرات حنفیہ کا طریقہ موافق
طریقہ رسول خدا صلعم ثابت ہوتا ہے یا حضرت کے طریقہ سے انکا طریقہ مخالف پایا جاتا ہے
اور شیعہ متبع سنت نبوی ثابت ہوتے ہین۔ چنانچہ صحاح اہلسنت والجماعت سے یہ امر ثابت
ہوا کہ رسول خدا صلعم بھی ان رکعات وتریہ یعنی اول و سوم مین بعد سجدون کے جلسہ کرتے
تھے اور بعد جلسہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ **صحیح بخاری** مین مروی
ہے **حدثنا** محمد بن الصباح قال حدثنا هشيم قال اخبرنا خالد الحذاء
عن ابی قلابہ قال اخبرنا مالك بن الحويرث الليثی انه رای النبی صلعم يصلی
فاذا كان فی وتر من صلوته لم ينهض حتی يستوی قاعدا یعنی ابی قلابہ نے کہا
کہ مجھے مالک بن حویرث لیثی سے خبر پونہچی ہے کہ اونسے آنحضرت صلعم کو نماز پڑھتے ہوئے
دیکھا پس جسوقت کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت تمام کرتے تو نہ کھڑے ہوتے تھے جبتک برابر
نہ بیٹھ جاتے تھے۔ دوسری ایک اور روایت اسی ابی قلابہ کی بحوالہ مالک بن الحویرث بطریق
ایوب اسی باب **صحیح بخاری** مین موجود ہے کہ ایوب سے ابو قلابہ نے روایت کی کہ ہمارے مسجد

ہین مالک بن حویرث آئے اور ہمکو علاوہ نماز وقتیہ کے نماز رسول خدا کی طریق پر پڑھ کر بتلائی
ایوب کہتے ہین کہ مین نے ابو قلابہ سے سوال کیا کہ رسول خدا صلعم کی نماز کیونکر تھی تو کہا کہ ہمارے
اس شیخ یعنی عمر بن سلمہ کی نماز کی مانند تھی - ایوب کہتے ہین کہ یہ شیخ عمر بن سلمہ ہر انتقال پر
تکبیر کہتا تھا اور جسوقت سر اوٹھاتا تھا سجدہ ثانی سے جلسہ کرتا تھا اور اعتماد کرتا تھا زمین پر
پھر کھڑا ہوتا تھا - **حدثنا** معلی بن اسد قال حدثنا وهیب عن ایوب عن ابی قلابہ
قال جاءنا مالك بن الحویرث فصلی بنا فی مسجدنا هذا فقال انی لاصلی بکم
وما ارید الصلوٰۃ لکنی ارید ان اریکم کیف رایت النبی صلعم یصلی قال ایوب
فقلت لابی قلابۃ فکیف کانت صلوتہ قال مثل صلوۃ شیخنا هذا یعنی عمر
بن سلمۃ قال ایوب وکان ذلك الشیخ یتم التکبیر واذا رفع راسه عن السجدۃ
الثانیة جلس واعتمد علی الارض ثم قام حاصل مطلب اس حدیث کا اوپر مرقوم
ہو چکا - اور نیز ایک اور حدیث رکن چہارم مین بطریق محمد بشار عن ابی ہریرہ لکھی گئی ہے جسمین
رسول خدا صلعم نے یہ حکم دیا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن
جالسا الخ یعنی بعد سجدون کے اطمینان کے ساتھ جلسہ کرنا چاہیئے - پس یہ امر بخوبی
منکشف ہوگیا کہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ اس فعل مین بھی متبع سنت رسول اللہ صلعم کے
ہین اور اہلسنت والجماعت خصوصاً مقلدان حضرت ابو حنیفہ صریحی مخالفت کرتے ہین
وجہذا قیل ع برعکس نہند نام زنگی کافور

رکن دہم دربابِ قراءت رکعات اخرئین واضح ہو کہ مذہب امامیہ مین

مختار ہے کہ رکعات اخرئین مین صرف سورۂ فاتحہ پڑھے یا بجاے فاتحہ کے تسبیح
پڑھے لیکن تسابیح کا پڑھنا مستحب سمجھا گیا ہے۔ اور اہلسنت مین سواے سورہ فاتحہ کے
تسابیح وغیرہ پڑھنا جائز سمجھتے ہین حالانکہ شیخ الاسلام شرح صحیح بخاری مین بروایت
علی وابن مسعود وعائشہ لکھا ہے وبروایت علی وابن مسعود وعائشہ کہ قرات میکردند
دراولین ونمی خواندند درآخرئین ودرروایتے تسبیح میکردند درآخرئین وہم چنین از ابراہیم
نخعی وابن مسعود وسفیان ثوری مرویست اور اسی شرح کے باب یقرا فی الآخرئین
بفاتحہ الکتاب مین مرقوم ہے۔ واز ینجا وجوب فاتحہ دراخرئین لازم نیاید بدلیل روایت
ابن منذر از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ گفت قرارت کن دراولین وتسبیح کن در آخرئین
مین سچ کہتا ہون کہ اگر یہ روایت حضرت علی سے نہوتی تو اہلسنت والجماعت ضرور الحمد کے
جگہ تسبیح پڑھا کرتے لیکن چونکہ درمیان حضرت علی علیہ السلام کا آگیا اور اہلسنت کو
بمخالفت حدیث ثقلین اونکی تقلید وتمسک سے بچنا لازم آیا اسلئے اہلسنت تسابیح پڑھنا جائز قرار دیتے ہین

رکن یازدہم تشہد کے بیان مین باہم علمائے اہلسنت والجماعت تشہد اول مین
اختلاف ہے بعض واجب جانتے ہین مثل امام ابو حنیفہ واحمد بن حنبل کے اور جمہور واجب
نہین جانتے جنمین امام مالک وشافعی وغیرہ ہین مگر تشہد ثانی کے واجب ہونے کی اکثر
قایل ہین جلسہ اولی مین فقط تشہد ہے اور جلسہ ثانی مین تشہد اور سلام دونو واجب ہین
اور بغیر تشہد اور سلام نماز نہین ہوتی اور علاوہ تشہد اور سلام کے یہ بھی اختیار ہے کہ ادعیہ
ماثورہ مین سے جو دعا چاہے پڑھے بعد تشہد اور قبل سلام۔ اور امام شافعی اور مالک کے

نزدیک کچھ ادعیہ ماثورہ پر انحصار نہین ہر قسم کی دعا دینی یا دنیوی پڑھ سکتا ہے کذافی شیخ
الاسلام۔ واضح ہو کہ اہلسنت مین جسقدر روایات کا اختلاف تشہد کی ابت ہوا ہے اوتنا
اختلاف کسی امر مین نہین ہے چوبیس صحابیون سے چوبیس تشہد مروی ہین اور سب
مختلف الالفاظ اور مختلف المعنی ہین۔ ازانجملہ تین تشہد زیادہ تر مشہور ہین ایک
تشہد عبداللہ ابن مسعود کا جو مسمّٰی بہ التحیات للہ والصلوٰۃ ہے اسکو امام ابوحنیفہ
نے پسند کیا۔ اس اعتبار پر کہ صحاح ستہ مین بلا اختلاف الفاظ مروی ہوا دوسرا تشہد
حضرت عبداللہ ابن عباس کا ہے جسکو امام شافعی نے اسلیئے منظور کیا کہ اوسکے اکثر
کلمات مطابق آیات قرآنی ہین۔ اور تیسرا تشہد حضرت عمر ابن الخطاب کا ہے اوسکو امام
مالک نے اسوجہ سے اختیار کیا کہ راوی اوسکا کہتا ہے کہ حضرت عمر نے برسر منبر یہ تشہد بیان
کیا اور اوسپر کوئی معترض نہوا باقی اکیس تشہد جو دیگر صحابہ سے مروی ہین کتب احادیث
مین مندرج ہین۔ اب جاننا چاہیئے کہ تشہد کے معنی گواہی دینے کے ہین اور اصطلاح فقہ
واسلام مین مراد ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ سے
شرع اہلسنت مین کوئی پتہ التحیات کا نہین لگتا کہ اسکا پڑھنا نماز مین واجب ہو بلکہ
صرف تشہد اور سلام واجب ہین اور تشہد کی جگہ جسطرح التحیات مروج ہوئی وہ
ایک عجیب لطیفہ ہے جو صحیح بخاری مین درج ہے یعنی ابن مسعود روایت کرتے ہین کہ
ہم رسول خدا کے پیچھے نماز پڑھتے تو وقت دعا کے کہتے السلام علی اللہ والسلام علی
جبرئیل و میکائیل والسلام علی فلان وفلان سب رسول خدا صلعم نے یہ ہماری

دعا سنی تو فرمایا کہ خداوند تعالی محتاج سلام نہین ہے وہ خود سلام ہے اوسپر سلام کیون بھیجتے ہو
خدائے تعالی کیواسطے تحیات ہے جیسے یہ التحیات نکلی مگر تعجب یہ ہے کہ یہ التحیات بضمن دعا مقرر
ہوئی اور دعار کا موقع بعد تشہد اور قبل از سلام ہے نہ کہ تشہد پر مقدم کردیجاوے جیساکہ حضرات
حنفیہ تشہد اور سلام دونون سے مقدم التحیات پڑھتے ہین حالانکہ مروی احادیث صحیحہ تشہد کا
دعا پر مقدم ہونا ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری کے باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشہد
ولیس بواجب سے ہی ظاہر ہے کہ تشہد کے بعد دعا کا پڑھنا اختیاری امر ہے واجب نہین ہے
اور جبکہ التحیات داخل دعا ہے تو عدم وجوب اسکا بھی ثابت ہوگیا - اور نیز اس باب مین ابن
مسعود سے روایت کی گئی ہے کہ یہ دعا مخصوصہ نہ تھی ہم باختیار خود جو دعا چاہتے وہ پڑھتے
چنانچہ ایکروز ہم اوسی اختیار کے بموجب پڑھنے لگے کہ السّلام علی اللہ من عبادہ تو حضرت نے فرمایا
کہ خدا پر سلام نہ بھیجو وہ خود سلام ہے خدائے تعالی کے لئے تحیت اور صلوٰۃ کہنی چاہئے - علاوہ
ازین رسول خدا صلعم کی نسبت دعا بعد تشہد ہین کبھی التحیات پڑھنا ثابت نہین ہوا حالانکہ
اور بہت سی مختلف دعائین انکی نسبت پڑھنا ثابت ہوئی ہین اور جن لوگون کو آپنے اس موقع پر
پڑھنے کی دعائین تعلیم کی ہین اونمین سے بھی کوئی التحیات نہین چنانچہ صحیح بخاری کے باب
الدعا قبل السلام مین آنحضرت کی نسبت چند مختلف دعائین پڑھنا مروی ہین اور جو دعا
آپنے حضرت ابوبکر کو تعلیم فرمائی وہ بھی اسی باب مین اسطرح مروی ہے قتیبہ بن سعید سے
عن عبداللہ بن عمرو عاص عن ابوبکر الصدیق انہ قال لرسول اللہ صلعم علمنی دعاءً
ادعوا بہ فی صلوٰتی قال قل اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیراً ولا یغفر الذنوب

الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک انک انت الغفور الرحیم۔ ثبوت اس امر کا کہ اہلسنت
مین مشروعیت فقط تشہد کے ہی یہ ہے کہ تمام ابواب فقہ اور حدیث مین کسی جگہ التحیات کا باب
نہین فقط داخل دعاے اختیاری ہے اور جہان کہین بحث وجوب وعدم وجوب کے ہے وہان
صرف تشہد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسلیئے بمقابلہ تشہد کے التحیات کو مقدم رکھنا بلا شبہ بدعت
اور خلاف سنت ہے۔ اور الحمد للہ کہ شیعہ اس بدعت سے بری ہین اور متبع سنت نبوی
ہین سلام اللہ وصلوتہ علیہ

رکن دوازدہم سلام اور تکبیر آخری کے بیان مین اس رکن مین اس امر کی

تحقیقات کیجاتی ہے کہ بعد تشہد اور سلام معمولی نماز کے جو اہلسنت چپ و راست ہو دو جانب
سلام کہتے ہین درست ہے یا فقط ایک ہی سلام جائز ہے اور یہ کہ یہ آخری سلام کیا چیز ہے
اور نماز کا اتمام اسی پر ہوجاتا ہے یا افتتاح کیطرح اختتام بھی تکبیر سے ہوگا۔ واضح ہو کہ امام
ابو حنیفہ منفرد ہین اس امر مین کہ دو سلام دونو جانب کئے جاوین خواہ امام ہو یا مقتدی اور
اونکے نزدیک یہ سلام داخل نماز نہین ہے بلکہ یہ سلام حضار جماعت نماز پر کیا جاتا ہے کہ وہ
آدمی ہون یا ملائکہ ہون یا جن۔ اور امام بھی جو دونو جانب سلام کرتا ہے وہ اپنے مقتدیون کو
کرتا ہے اور اونہین ہی شامل سمجھتا ہے ملائکہ اور جنات موجودہ وقت کو۔ اور مقتدی پر لازم ہے
کہ اگر امام پیش رو اوسکے ہو تو دونو جانب سلام کرتے ہین امام پر سلام کرنے کی نیت کرے۔
امام مالک کے نزدیک نماز مین فقط ایک سلام واجب ہے۔ اور دوسرا سلام جو کیا جاتا ہے
اوس سے مقصود یہ ہے کہ مقتدی امام کے سلام کا رد کرے اور پہلا سلام جو داخل نماز اور واجب ہے

و مقتدی کو بجہر کہنا چاہئے اور دوسرا سلام جو جواب سلام امام کا ہے باہستگی اور خفی آواز سے کہے چنانچہ شیخ الاسلام نے شرح صحیح بخاری مین قول امام مالک کا ترجمہ اس طرح کیا ہے قول امام مالک کہ گفتہ سلام گوید مقتدی بعد از انکہ سلام گوید از نماز جانب راست ونزد وے واجب در نماز ہمین یک سلام است کہ بجہر گوید آنرا و دیگر سلام جواب است مر سلام امام را کہ آہستہ گوید۔ اور صحیح بخاری مین ایک بہت بڑی طویل حدیث باب من لم یرد السلام علی الامام واکتفا بتسلیم الصلوٰۃ مین مروی ہے۔ مضمون اس باب کا یہ ہے (یہ باب اوسکے بیان مین ہے جو نہ لوٹاوے سلام کو امام پر اور اکتفا کرے فقط نماز کے ایک سلام پر) پس اب تو فقط اس باب کے عنوان سے بھی ثابت ہو گیا کہ نماز مین ایک ہی سلام ہے جیسا کہ شیعہ کرتے ہین اور دوسرا سلام خارج از نماز جواب امام کے سلام کا ہے۔ مگر براہ ناواقفی اور تم توبھی اہلسنت نے دونون سلامون کو ایسا خلط کر دیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو دونو سلام شامل نماز ہو گئے۔ اور جو حدیث اس باب مین بخاری نے لکھی ہے وہ دلالت صریحہ اس بات پر کرتی ہے کہ زمانہ رسول خدا صلعم مین فقط ایک سلام ختم نماز پر پڑھا جاتا تھا اور دوسرا سلام جو بر د سلام امام بعد مین لوگون نے جدید نکالا ہے حضرت کے زمانہ مین مطلق نہ تھا بلکہ جسطرح امام نماز مین ایک سلام کہتا ایسے ہی مقتدی بھی بہ تقلید امام ایک ہی سلام کہتا جیسا کہ مروی ہے باب مذکورہ مین حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا معمر عن الزھری قال اخبرنی محمود بن الربیع وزعم انہ عقل رسول اللہ صلعم وعقل مجۃ مجہا من دلو کانت فی دارھم۔ قال سمعت عتبان بن مالک الانصاری ثم احد بنی سالم

قال کنت اصلی بقومی بنی سالم فاتیت النبی صلعم فقلت انی انکرت بصرے
وان السیول تحول بینی وبین مسجد قومی فلودوت انک جئت فصلیت فی
بیتی مکانا اتخذہ مسجدا فقال افعل انشاء اللہ تعالی - فغدا علی رسول اللہ صلعم
وابوبکر معہ بعد ما اشتد النہار فاستاذن النبی صلعم فاذنت لہ فلم
یجلس حتی قال این تحب ان اصلی من بیتک فاشار الیہ من المکان الذی
احب ان یصلی فیہ فقام وصففنا خلفہ ثم سلم وسلمنا حین سلم حاصل مطلب
اس حدیث کا یہ ہے کہ معمر نے زہری سے روایت کی ہے کہ کہا زہری نے کہ مجھے خبر دی محمود بن الربیع
نے اور مزعوم زہری ہے کہ محمود کو رسول خدا صلعم یاد ہیں اور وجہ یادداشت یہ ہے کہ
رسول خدا صلعم نے تبرکاً تھوڑا پانی اوسکے مونہہ مین ڈالا تھا جو اوسکے گھر مین ڈول کے
اندر تھا محمود نے کہا کہ عتبان بن مالک انصاری کو جو بعد مین بنی سالم کا ایک شخص تھا
یہ کہتے ہوے سنا کہ مین قوم بنی سالم مین نماز پڑھایا کرتا تھا ایک روز مین رسول خدا صلعم
کے پاس گیا اور عرض کی کہ مین اپنی بصارت درست نہین پاتا ہون اور میرے مکان اور
مسجد قوم کے درمیان مین پانی کی سیل حائل ہین امیدوار ہون کہ آپ میرے گھر تشریف
لاکر اوسجگہ نماز پڑھین جسکو مین اپنی نمازگاہ مقرر کرون پس فرمایا حضرت صلعم نے کہ انشاء
اللہ تعالی مین ایسا کرونگا دوسرے دن جبکہ گرمی دن کی سخت ہوگئی تھی تو رسول خدا صلعم
میرے مکان پر تشریف لائے اور ابوبکر اونکے ساتھ تھے - تب حضرت نے گھر مین آنیکی
دستوری چاہی مین نے اجازت دی پس آپ بیٹھے بھی نہین اور فرمایا بتلا تو کونسی جگہ کو

دوست رکھتا ہے کہ تیرے گھر مین اوسجگہ نماز پڑھون پس عتبان نے اشارہ سے نشان
اوسجگہ کا دیا جہان نماز پڑھوانا چاہتا تھا پھر حضرت نماز کو کھڑے ہوئے اور وہ کہتا ہے کہ
ہمنے اونکے پیچھے نماز پڑھنے کو صف باندھی بعدہ حضرت نے سلام کہا اور ہمنے بھی سلام
اوسیوقت جبکہ حضرت نے سلام کہا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اسی دلیل سے اس باب
مین درج کیا ہے کہ مقتدیون نے سوائے سلام معمولی کے دوسرا سلام واسطے رد سلام امام کے نہین کیا اور شارح
صحیح بخاری یعنی شیخ الاسلام نے بھی اس موقع پر لکھا ہے۔ ظاہر است در عدم رد سلام
از مقتدیان زیرا کہ سلام رد بعد سلام اصل باشد نہ در وقت آن۔ اسلئے ثابت ہوا کہ درحقیقت
نماز مین ایک ہی سلام ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اور جانب راست وچپ سلام کرنا
فعل جدید اور بدعت ہے۔ اب باقی رہا یہ امر کہ آیا نماز کا اختتام اسی سلام پر ہوجاتا ہے
جیساکہ اہلسنت والجماعت کرتے ہین یا بعد سلام کے تکبیر پر ختم نماز ہوتا ہے اور آنحضرت
صلعم تکبیر کہہ کر نماز ختم کرتے تھے یا نہین۔ اگر آنحضرت صلعم تکبیر پر نماز ختم کرتے تھے تو
متبع سنت شیعہ ہین جو تکبیر پر نماز ختم کرتے ہین یا اہلسنت جو طریقہ رسول خدا صلعم کو
ترک کرتے ہین۔ چنانچہ صحیح بخاری کے دیکھنے سے واضح ہے کہ آنحضرت صلعم نماز کو
تکبیر پر ختم کیا کرتے تھے چنانچہ مروی ہے **حدثنا** علی بن عبداللہ قال حدثنا
سفیان بن جھسہ قال حدثنا عمرو قال اخبرنا ابومعبد عن ابن عباس قال کنت
اعرف انقضاء صلوٰۃ النبی صلعم بالتکبیر وقال علی حدثنا سفیان عن عمرو
قال کان ابومعبد اصدق موالی ابن عباس وقال علی اسمہ نافذ یعنی حدیث کی

علی بن عبداللہ نے اور اوس نے سفیان بن جهنہ سے اور اوس نے عمرو سے اور کہا عمرو نے کہ
خبر دی مجھکو ابو معبد نے ابن عباس سے کہ ہم انقضاء نماز رسول خدا صلعم کو تکبیر سے پہچانا کرتے
تھے اور علی نے یہ بھی کہا کہ مجھسے سفیان نے کہا کہ عمرو بیان کیا کہ ابو معبد ابن عباس کے سب
موالیان مین بہت ہی صادق القول تھے اور علی نے اونکا نام نافذ بیان کیا ہے - اور نیز دیگر
روایات مسندہ صحیح بخاری سے بھی پایا جاتا ہے کہ فقط سلام پر آنحضرت کے نماز ختم ہوتی تھی جیسا
کہ روایت حضرت ام سلمہ سے ظاہر ہوا کہ عورات مقتدیات قبل ختم نماز فقط آنحضرت کے سلام
نماز کہنے پر اوٹھکر اپنے گھرون کو چلے جایا کرتی تھین -

الحمد للہ والمنة کہ تمامی مسائل نماز روزہ شیعیان اہلبیت مطابق سنت رسول اللہ صلعم ثابت
ہوئے اور حضرات اہلسنت و جماعت کے تمام ارکان اور طریقے موضوعی اور جدید اور بدعت پائے
گئے اور ظاہر ہے کہ اونھین کی کتب صحیحہ احادیث سے اونکا طریق بر خلاف طریقہ رسول خدا صلعم
ثابت ہوا اور شیعون کا طریق عمل بموجب اونکی صحاح کے عین مطابق سنت پایا گیا - اب حضرات
اہلسنت جو شیعون کے اعمال پر براہ تعصب طعن بیجا کرتے ہین ذرا دل مین شرمائین اور خدا سے
ڈرین وانہ شدید العقاب -

تمت

تم الرسالہ فی التاریخ اربعہ وعشرین شہر ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۹ ہجری نبوی صلعم

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر ذی کمال مورخ نازک خیال جناب منشی سید باقر علیصاحب متخلص بہ ہنر لکھنوی نقل تحریر عدالت ججی

نامی زمانہ من قبیل وکلاء — آن مولوی شیخ احمد [illegible] اساس
تالیف نمود این دلیل الحسنات — با حسن فکر بد زبیر ون قیاس
ہاتف فرمود از ہنر تاریخش — تحصیل مآل موجب شکر و سپاس
سنہ ۱۳۰۹ھ

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر باکمال تاریخگوی بیمثال جناب منشی صادق حسین صاحب

درحقیقت یہہ رسالہ ہے صداقت بیمثل — منصفانہ ہین رقم جسمین کہ احوال صلوات
اونکی تصنیف سے ہی یہہ بہی رسالہ نایاب — شیخ احمد ہین جو عالم لکہ پڑہے نیک صفات
جنکی تصنیف سے انوار ہدے ہی مشہور — چہوڑکر مذہب سنی ہین جو رہگیر نجات
دفعتاً پنجتن پاک کا دامن پکڑا — یکقلم چہٹگئے ہر سہ خلفاے اصحاب
مصرع طبع ملا گر کے سر اہل خلاف — شاہد وہادی شیعہ ہے دلیل الحسنات
۱۳۰۹

قطعہ تاریخ من تصنیف سید سجاد علیصاحب متخلص بہ سجاد شاگرد جناب مستطاب یکتاے زمان شاعر بلند فکر شیرین بیان صاحب دیوان مشہور زند [illegible] منشی سید باقر علیصاحب متخلص بہ ہنر لکھنوی مدظلہ العالی

طبع گردید دلیل الحسنات — مندرج گشت مضامین چیدہ
گفت ہاتف بنویس اے سجاد — سال تاریخ فروغ دیدہ
سنہ ۱۳۰۹

تقریظ

یہ رسالہ نافعہ و عجالہ رابعہ جسکو عالم جلیل محقق نبیل حبر علام بحر طمطام فرد تمام وحید الدہر فرید العصر ماہر خبیر متکلم بے نظیر متمسک باہل عصمت و تطہیر موفق مؤید من اللہ الصمد جناب مولوی شیخ احمد صاحب مدظلہ نے تحریر کیا حقیر کی نظر سے گذرا واقعی یہ رسالہ کمال و تبحر مصنف ممدوح پر دلالت کرتا ہے اور واسطے مخالفین کے سیف صارم و برہان قاطع ہے حق تعالی مصنف رسالہ اور ناظرین کو اجر جزیل و ثواب جمیل عنایت فرماوے واللہ الموفق والمعین و علیہ نتوکل و بہ نستعین

وانا الاقل الاذل سبط حسین بن السید رمضان علی النقوی

التماس

بخدمت جمیع اہل مطابع وتاجران کتب

کیخدمت مین عرض یہ ہے کہ حق تصنیف

اس کتاب کا جناب مصنف صاحب دامت

برکاتہ نے راقم کو مرحمت فرمایا ہے۔

لہذا کوی صاحب قصد اسکے چہاپنے یا

چہپوانے کا نہ فرمائین

راقم

سید عابد علی عفی عنہ